دیوان عشقؔ

مرزا جمال اللہ عشق اورنگ آبادی

مرتبہ

محمد اکبر ا...

سلسلۂ مطبوعات ادارۂ ادبیاتِ اردو ۔ ۲۶۶

دیوانِ عشق

(یعنی)

کلام

مرزا جمال اللہ عشق اورنگ آبادی

(مرتبہ)

محمد اکبر الدین صدیقی ام۔ اے

لکچرار اردو جامعہ عثمانیہ

فہرست مندرجات

صفحہ

مقدمہ

دکن میں شعر و سخن کی تاریخ محمد قلی قطب شاہ سے شروع ہوتی ہے اور یہ دور اورنگ زیب عالمگیر کے دکنی سلطنتوں کو ملیا میٹ کر دینے پر ختم ہو جاتا ہے۔ یعنے گیارھویں صدی ہجری بھی ختم ہوتی ہے اور شعر و سخن کا ایک دور بھی۔ اس دور میں فیروز۔ محمود۔ ملا خیالی۔ وجہی غواصی۔ ابن نشاطی اور عشرتی وغیرہ نے غیر فانی شہرت حاصل کی۔

دوسرا دور ولی اورنگ آبادی کا ہے۔ ولی اورنگ آبادی کے معاصرین کے متعلق ادبی تاریخ اس لئے ساکت ہے کہ اورنگ زیب اور مرہٹوں کی جنگوں نے یہاں کی فضا کو مکدر کر دیا تھا اور امن و سکون کی زندگی رخصت ہو چکی تھی۔ امن کی تلاش ہی میں ولی نے برہان پور۔ سورت۔ اور احمد آباد کا سفر کیا اور اورنگ آباد کو ہمیشہ کے لئے خیر باد کہہ دیا۔

ولی کے بعد سراج کی غزل خوانی نے ایک خاص کیفیت پیدا کر دی۔ جب غلام علی آزاد بلگرامی وارد اورنگ آباد ہوئے اور درس و تدریس کا سلسلہ آغاز کیا تو باشندگان خجستہ بنیاد کے

توسنِ طبع کے لئے ایک تازیانہ ثابت ہوا۔ آزاد کے دوران قیام
میں بھی شمالی ہند سے بہت سے شعرا اورنگ آباد آئے اور یہیں
کے ہو رہے۔ جب نواب نظام علی خاں آصف جاہ ثانی نے اپنا
پایہ تخت خجستہ بنیاد سے فرخندہ بنیاد کو بنایا تو ان کے ساتھ
آنے والے شعرا کی تعداد کم نہ تھی۔

لسانیات کے طالب علم کے لئے عالمگیر سے پہلے اور بعد کے
دور میں کافی فرق نظر آتا ہے۔ بارھویں صدی ہجری کے آغاز
میں شمالی اور جنوبی خصوصاً اورنگ آباد کے شعرا میں نمایاں فرق
نہیں معلوم ہوتا۔ البتہ حیدر آباد کے پایہ تخت قرار پانے کے بعد لسانیاتی
تغیرات شروع ہوتے ہیں۔ سراجؔ ان کے معاصرین اور ان کے بعد کے
دور کے کلام کا مطالعہ اس کا ثبوت فراہم کرے گا۔

سراج کے معاصرین میں مرزا داؤد بیگ کی غزل خوانی نے محفلوں کی
رونق بڑھائی۔ داؤد کے آبا و اجداد کا تعلق بلخ سے تھا۔ داؤد بیگ
کے والد اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں اورنگ آباد آئے۔ داؤد کی
پیدائش اورنگ آباد میں ہوئی یا وہ اپنے والد کے ساتھ وارد اورنگ آباد
ہوئے اس کا کوئی علم نہیں البتہ یہ ضرور ہے کہ اس زمانہ میں اورنگ آباد
علما، فضلا، شعرا اور صوفیا کا مرکز تھا۔ ملا عبدالقادر، شاہ غلام قادر
سامی جیسے لوگ تشنگانِ علم کو سیراب کر رہے تھے۔ ولی کی شاعری کے
چرچے تھے۔ داؤد نے ایسے ماحول میں آنکھ کھولی۔ کلام کے مطالعہ سے
پتہ چلتا ہے کہ وہ عربی سے زیادہ واقف نہ تھے، فارسی میں ید طولیٰ

رکھتے تھے اور شعر گوئی سے فطری لگاؤ تھا۔ کسی تذکرہ سے اس امر کی شہادت نہیں ملتی کہ انھوں نے ولی کی شاگردی کی البتہ وہ ان کا احترام ضرور کرتے ہیں۔ ولی نے کم و بیش ۱۱۲۰ھ میں اورنگ آباد چھوڑا اور داؤد کا انتقال لچھمی نرائن شفیق کے قول کے مطابق بلحاظ عبارت ۱۱۵۸ھ اور بلحاظ اس تاریخ کے جو انھوں نے خود کہی ۱۱۶۸ھ میں ہوا۔ اس لئے شاگردی مشتبہ نظر آتی ہے مگر ولی کے تتبع کا ذکر بڑے احترام سے کرتے ہیں۔ سراج داؤد کے نہ صرف معاصر ہیں بلکہ دونوں استادان سخن ہیں اور ایک دوسرے پر چشمک زنی کرتے نظر آتے ہیں۔ شفیق اور دیگر تذکرہ نگاروں نے داؤد کے دیوان میں پانچ سو اشعار کا ہونا ظاہر کیا ہے لیکن کتب خانہ آصفیہ کے مخزونہ دیوان کے ۲۱۴ صفحات ہیں جن میں ۱۹۸ غزلیں ۳۳ رباعیات اور صنعت ایہام میں ۳۹ اشعار ہیں اس طرح اشعار کی تعداد ۲۲۵۰ تک پہنچتی ہے۔ اب اس دیوان کا انتخاب ادارہ ادبیات اردو نے شائع کر دیا ہے۔

مرزا جمال اللہ عشق داؤد کے بیٹے تھے۔ قیاس کہتا ہے کہ اورنگ آباد میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے شاہ غلام قادر سامی کے آگے زانوئے شاگردی تہ کیا۔ جب گھر میں خود شعر و شاعری کا چرچا ہو۔ شاعر ہوتے ہوں۔ باپ استاذ الاساتذہ ہوں تو ان کا بھی بچپن سے شعر سے شغف رکھنا چنداں تعجب نہیں۔ انھوں نے کہیں اپنی یا اپنے والد کی شعر گوئی کے متعلق کچھ نہیں کہا البتہ ان کے دیوان میں یقین، درد اور سودا کی غزلوں پر تضمینیں ملتی ہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ان شعرا کو

پسند کرتے تھے۔

وہ جب تک اورنگ آباد میں رہے سلامی سے اصلاح لی اور احسن تخلص اختیار کیا۔ ان کے موجودہ دیوان میں ایسی کوئی غزل دستیاب نہیں ہوتی جس میں احسن تخلص استعمال کیا ہو۔

جب نواب نظام علی خاں آصف جاہ ثانی نے اورنگ آباد سے اپنا پایہ تخت حیدرآباد کو منتقل کیا تو وہ بھی حیدرآباد آگئے اور عبدالولی عزلت سے اصلاح لیتے رہے۔ عزلت کی علمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ صائب تبریزی عزلت کے متعلق کہتے ہیں:۔

دریں زماں کہ عقیم است حیلہ صحبت ہا
کنارہ گیر و غنیمت شمار عزلت را

عزلت غزلیں، قصاید مثنوی وغیرہ کے علاوہ گیت، دوہے اور چوپایا بھی کہتے تھے۔ ایک بارہ ماسہ بھی لکھا ہے۔ ایسے شخص کی شاگردی نے عشق کے ذوق کو جلا دی۔ لچھمی نرائن شفیق عشق کے متعلق نورالعین واقف بٹالوی کی ہم نوائی کرتے ہوئے کہتے ہیں:۔

دیدیم کتب خانۂ ہفتاد و دو ملت
غیر از سخن عشق نہ شد منتخب ما

نورالعین واقف بٹالوی اور عبدالحکیم لاہوری اورنگ آباد آئے تھے تو عشق سے بھی استفادہ کیا تھا۔ اس سے عشق کی علمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ کلام کے مطالعہ سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے بھی عربی زبان پر عبور حاصل نہیں کیا تھا۔

اشفاق حسین صاحب نے مرقع سخن جلد اول میں آغا حیدر حسن صاحب کے کتب خانہ میں ایک دیوان کا ہونا ظاہر کیا ہے۔ یہ دیوان موصوف کے پاس اب موجود نہیں، البتہ ایک دیوان مولوی سید محمد صاحب کے کتب خانہ میں موجود ہے یہ ڈیمی سائز بارہ سطری مسطر اور ۱۹۶ صفحات کا ہے۔ دیوان میں چار اور پانچ اشعار کی بھی غزلیں ہیں اور بارہ چودہ اشعار کی بھی۔ اکثر غزلوں میں اماموں کی مدح میں اشعار بھی ملتے ہیں۔ کچھ رباعیات ہیں کچھ فردیات تین مخمس اور ایک مثنوی بھی جس کو ہم نے اپنی ترتیب میں شامل کر دیا ہے۔

عشق، پچھمی نارائن شفیق اور اسد علی خاں تمنا کی طرح، انعام اللہ خاں یقین کے بہت مداح تھے البتہ خدائے سخن میر کے ذکر سے ان کا دیوان خالی نظر آتا ہے۔ یقین کا اتباع یہاں تک کیا ہے کہ یقین کی طرح چار شعر اور پانچ شعر کی غزلیں بہت زیادہ کہی ہیں اور یقین کے مصرعوں کی بھی کہیں کہیں تضمین کی ہے۔ ان کے علاوہ سودا اور درد کی غزلوں پر بھی تضمینیں موجود ہیں۔ عزلت کے اشعار کی بھی تضمین کی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یقین، سودا، درد اور عزلت کا وقار ان کی نگاہوں میں کتنا بلند ہے۔ ان کے علاوہ کسی اور شاعر کا نام ان کے اس دیوان میں نہیں ملتا ممکن ہے کہ کسی دوسرے دیوان میں ہو۔ یہ شبہ اس لئے قوی ہے کہ شفیق اورنگ آبادی نے اپنے تذکرے میں اور اشفاق حسین نے مرقع سخن جلد اول میں جو اشعار دیئے ہیں ان میں بعض اس دیوان میں موجود نہیں عشق نے ۱۱۹۵ھ میں حیدرآباد میں انتقال کیا۔

عشق کی شاعری بالکل عاشقانہ ہے۔ اس میں مضامین کا تنوع نہیں فلسفیانہ خیالات نہیں۔ پند و نصائح کا دفتر نہیں۔ پورا دیوان مطالعہ کر جائیے ایسا معلوم ہوتا [illegible] کہ اسے یہ گمان ہوتا ہے کہ ایسے فرسودہ اور پامال مضمون میں عشق نے کیا تیر مارا ہوگا۔ لیکن عشق نے ایسی فرسودگی میں بھی اپنے لئے نئی راہ نکالی۔ مومن نے جس طرح اپنے تخلص کو بامعنی طور پر استعمال کیا اور بعد کو بیکش مرحوم نے خوب نباہا اسی طرح ہمیں عشق کے پاس یہ خصوصیت نظر آتی ہے۔ مثلاً ایک مقطع ہے :-

آ کہ اے آرامِ جاں تجھ عشق نے غارت کیا
صبر و طاقت عیش و راحت خواب و خور اور عقل و ہوش

یا یہ مقطع ملاحظہ ہو :-

رکھتا ہوں اس لئے دلِ سوزاں و چشمِ تر
جیوں شمع درد و داغ سے عشق آفریدہ ہوں

عشق نے تشبیہیں بڑی نادر اور انوکھی پیش کی ہیں۔ ولی نے معشوق کا سراپا شعرا کے تخلص کی مناسبت سے کھینچا ہے اور ابرو کو ہلالی کہا ہے۔ عشق نے بھی اپنے مضمون کو اس سے بلند لے جانے کی کوشش کی ہے :-

کیا ہوں عشق میں تعریف اس مہ رو کے ابرو کی
ہر اک مصرع ہے میرا رشکِ دیوانِ ہلالی کا

آنسوؤں کے تسلسل کو قافلہ حجاز سے تشبیہ دی ہے۔ کہتا ہے :-

اٹھے ہیں کر کے کعبۂ دل کا طواف اشک ۔ گویا کہ قافلہ ہے یہ اہلِ حجاز کا

آنکھ کو ایک جگہ کشتی کے مماثل قرار دیا ہے۔ کہتا ہے کہ ؎

جوشِ گریہ سے مری چشم کی حالت ہے تباہ
کشتیِ نوح پڑی موجۂ طوفان کے بیچ

گویا سیلابِ اشک طوفانِ نوح سے کم نہیں۔

کتنا درد بھرا شعر کہا ہے

رعد سال نعرہ کناں ابر سے گریاں ہیں ہم
آفرینش میں غرض آہ کے ساماں ہیں ہم

معشوق کو صندلی رنگ کہتے ہوئے صنعت ایہام میں ایک شعر کہا ہے: ؎

کہتے نہ تھے کہ صندلی رنگوں کو دل نہ دے　　تو کھینچتا ہے عشق یہ اب دردِ سر کہ ہم

ایک بہت مشہور شعر ہے: ؎

مزا برسات کا چاہو مری آنکھوں میں آ بیٹھو
سیاہی ہے سفیدی ہے شفق ہے ابرِ باراں ہے

عشق نے بھی ایک شعر کہا ہے: ؎

جھڑی ہے اشک کی آ بیٹھ چشم میں میری
کہ سیر آب ہے کشتی ہے اور گھٹا بھی ہے

یہ تو محض تشبیہیں ہیں، اب مضامین کی بے ساختہ ادائی اور جدت ملاحظہ ہو: ؎

آتش میں سر جھکا کر ثابت ہو جل مرے ہے
اتنا سا یہ پتنگا پر دل ہے کس بلا کا

محبوب کی جدائی کا دکھ کس شاعر نے بیان نہیں کیا۔ عشق کہتا ہے ؎

روتا ہے ہچکیاں لے ساقی بغیر مینا
ہے ناگوار ہم کو اس تنغ مے کا مینا

ایک جگہ میخانہ کی تصویر کھینچی ہے: ؎

سبو چھوٹے ہیں ٹوٹے جام جکنا چور ہیں شیشے
جفائے محتسب سے ہائے میخانے پہ کیا گذرا

اس شعر کے تیور ملاحظہ ہوں: ؎

گل کی چادر ین گلے ملتی ہے میری قبر کے
کیا قیامت ہے ہوئے پر مجھ ستاتی ہے بہار

کہا جاتا ہے کہ گناہوں پر آنسوں بہائے جائیں تو کفارہ کا کام دیتے ہیں
جیسے اقبال نے کہا ہے کہ عرق انفعال نے معصومیت کی شان پیدا
کردی۔ عشق کہتا ہے: ؎

سفیدی کچھ جو تھی سو بھی ہی بہا بت رونے سے
سیاہی نامۂ اعمال کی کیا خاک دھوتے ہیں

اسی مفہوم کا ایک اور شعر ہے: ؎

اور سیہ تر کیا یہ نامۂ اعمال اپنا
عشق نے اشک ندامت سے دھوتے دھوتے

تحریر پر ایک قطرہ بھی گرے تو سیاہی پھیل جائے اور سفید جگہ بھی سیاہ
ہو جائے۔ اس سے زیادہ حقیقت اور واقعیت کیا ہو سکتی ہے۔
غرض کہ عشق کے کلام میں کسی چیز کی کمی نہیں تشبیہیں بھی ہیں۔

منظرنگاری بھی۔ زورِ بیان بھی ہے اور محاوروں کا استعمال بھی۔ مضامین کی جدت بھی ہے اور انوکھی طرزِ ادا بھی۔ البتہ تضمینیں بہت کم ہیں۔ ممکن ہے کہ وہ اس کو تلمیح سمجھتے ہوں۔ وہ اپنے دور کے شعرا میں امتیاز کا درجہ رکھتے تھے۔ اسد علی خاں تمنا کے معاصر تھے مگر نہ معلوم کہ انھوں نے گلِ عجائب میں اس گلِ سرسبد کا تذکرہ کیوں نہ کیا۔ مشک اور عشق چھپ نہیں سکتے۔ عشق کا کلام زمانہ کی دستبرد سے محفوظ رہا اور اب شائقین کی خدمت میں پیش ہے۔

جدید غاپورہ۔ حیدرآباد
۱۵ اپریل سنہ ۱۹۶۰ء

محمد اکبر الدین صدیقی
لکچرار اردو جامعہ عثمانیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیوان عشق

کہہ سکے کس منہ سے کوئی خلاق اکبر کی ثنا — کی نبی نے ما عرفنا کہہ کے داور کی ثنا
اے موحد ذات احمد کو خدا تحقیق بوجھ — فی الحقیقت ایک ہے رب و پیمبر کی ثنا
اژدہائے نفس سرکش چیر کر نام خدا — بہر تن میں طفل دل کہتا ہے حیدر کی ثنا
سیر بارہ برج کر کرتا ہے بارہ ماہ دل — بارہ ساعت روز و شب بارہ مطہر کی ثنا

ہر سحر اٹھ منکے منکے سے کیا کر سبحہ وار
سو زباں سے عشق تو مولائے مطہر کی ثنا

آل نبی کے غم میں مرے اشک ناب کا — حق آپ قدرداں ہے یہ در خوش آب کا
کیا پوچھے بہار شہیدان کربلا — فردوس میں کھلا ہے یہ تختہ گلاب کا

طینت ازل سے پاک ہے عشق اسکی بوجھ لے
جو دل کہ خاک راہ ہوا بوتراب کا

جب علم اپنی بارش رحمت کو تو کیا — آلودہ دامنی کو مری شست و شو کیا
ذرہ کی طرح آپ میں پایا نگاہ کر — اس مہروش کے دل کی جو جستجو کیا

عجب ہے کہ دل میں غنچہ دہن کا بسا خیال
گل کی کلی کو پھر نہ کبھی عشق بو کیا

صبح شگفتگی کو غنچوں کو یاد کرنا — اپنا دل گرفتہ اس طرح شاد کرنا
سرشار اس کی آنکھیں دل چاہتی ہے یا مجھ — شیشے کی ہے قیامت مستوں کا یاد کرنا
تیری بھنویں نظر کر کہتا ہے ہر سخنور — اس بیت منتخب پر آنکھوں سے صاد کرنا
دیکھے سے جس کے فرحت پایا ہے عشق نے دل
اس حسن کی الٰہی دولت زیاد کرنا

سبب کیا پوچھتے ہو عشق کی آشفتہ حالی کا
دیوانہ ہے کسو دلبر کی وضع لاابالی کا
بھرا ہے شہد کانوں میں سماعت کی حلاوت سے
کہوں کیا ذائقہ شیریں دہن کی خوش مقالی کا
تری آنکھوں کے آگے رکھ کے آہ سرد بھرتا ہوں
کہ نت ہے ذوق مستوں کو ہوائے برشگالی کا
دل بیتاب جیوں سیماب حسرت سے تڑپتا ہے
ادا سے جب لٹکتا ہیگا موتی اس کی بالی کا
کیا ہوں عشق میں تعریف اس مہرو کے ابرو کی
ہر اک مصرع ہے میرا رشک دیوان ہلالی کا

اگر یہ خودنمائی مجھ کو آئینہ نہ سکھلاتا
کہاں سے اپنی صورت دیکھ کر اتنا تو اتراتا

دل آہ سرد و اشک اوپر رہے نیرنگی سے اتراتا
ہوا و ابر سے جیوں مور خوش ہو رقص میں آتا

گلستاں میں نہ دکھلاتا اگر تو خال رخسارہ
نہ نافرماں سیہ ہوتی نہ لالہ داغ ہو جاتا

نہ ہنستی صبح کو سورج کبھی خورشید کے منہ پر
اگر اے مہر رو تو اک جھلک اپنی نہ دکھلاتا

نہ فراشی صبا اے عشق فرش برگ گل کرتی
اگر صبح نہ گل رو باغ میں تشریف فرماتا

دوست دل کا غم سے کچھ عالم نرالا ہو گیا — آنسوؤں سے غیرت موسم برشگالا ہو گیا
خط ہوا جب سے نمایاں تجھ رخ تاباں کے گرد — ماہ کا تھا رشک وہ یہ رشک ہالا ہو گیا
یاد ان دانتوں کی کرتے دست مژگاں میں مرے — اشک غلطاں دیکھو در کانوں کا مالا ہو گیا
فصل گل میں سبزہ خط اور لعل لب کا آ خیال — اس مفرح زا نے دل کو دو شالا ہو گیا

سرو کو تشبیہ جب ساقی نے دی مینا سے عشق
نشہ خوش قامتی اس کا دو بالا ہو گیا

یہ اب کی فصل گل میں دل کے سودا کا ساماں تھا
تھی دامنگیر وحشت اور جنوں دست و گریباں تھا

کیا دیوانگی نے میری عزم بے ستوں اک دن
تھا رشک رعد نالوں سے اور جیوں ابر گریاں تھا

بگولا خاک اٹھا سر پر گریباں پھاڑ کر بولا
کہ تھا یاں کوہ کن اور نقش شیریں کا اوال تھا

تجھ حسن کے نظارے کی کب ماہ تاب لا — ممکن نہیں کہ مہر بھی تیرا یہ تاب لا
چشم سیاہ یار سے نرگس نہ ہو دو چار — آنکھیں سفید ہوں تری ٹک ٹک حجاب لا
گلرو مرا جو گزرے گلستاں سے گرم سیر — اس رخ پہ چھڑکنے کی خاطر گلاب لا
کیفیت آب تاب کی ہے خوشنما بہم — ساقی تو ماہتاب میں اب آفتاب لا

شرب مدام عشق پہ ساقی حرام ہیں
یہ حالت عطش میں کیا تھا کہ آب لا

تجھ سے دل کانپ کے لرزاں نہوا تھا سو ہوا — سرد مہری کا زمستاں نہوا تھا سو ہوا
دیکھا جو زلف سیہ میں ترے مکھ کو سو کہا — شب کو خورشید نمایاں نہوا تھا سو ہوا
کسی گلرو کی مگر یاد بسی ہے دل میں — اشک خونیں کا گل افشاں نہوا تھا سو ہوا

کیا سکوں ہے کہ مرے کلبۂ احزاں میں چراغ
عشق گل سا کبھی خنداں نہوا تھا سو ہوا

تیشے کو لگا سر پہ تصویر تری کھینچا — فرہاد کی حالت پر بہزاد بہت رویا

بیٹھ عشق ہنسی قد بن شمشاد کے سایہ میں
قمری کی طرح کر کے فریاد بہت رویا

خدا مجھ کو اگر آئینہ پرداز جہاں کرتا — زمیں سے آسماں تک نگ حیرت کا عیاں کرتا
خدا دیتا مجھے گر دسترس قدرت کے دامن تک — تو زرداروں کو میں محتاج ناز مفلساں کرتا
جو قصہ چھیڑتا ہجراں کا اس سرو خراماں کے — چمن میں آ بجو میں اشک قمری کے رواں کرتا

جو سنتا شمع کی مانند اس کا عشق دل جلتا
اگر محفل میں اپنے سوز دل کا میں بیاں کرتا

چمن چمن ہو کے شیدائے گل رخاں بھی پھرا — میں عندلیبوں میں کرتا ہوا فغاں بھی پھرا

نہ تجھ سا گل کہیں دیکھا نہ خود سا دیوانہ — میں کوہ و دشت پھرا باغ و بوستاں بھی پھرا
لیے دن کو مہر کے تئیں رات ماہ کی مشعل — تلاش میں تری صورت کے آسماں بھی پھرا
رکھوں ہوں طالع برگشتہ کس قدر اے غم — کہ میرے سر سے ترا سنگ آستاں بھی پھرا

چمن میں عشق نے اے خوش دہن نسیم کے سات
ہر اک گلی سے ترا ڈھونڈتا نشاں بھی پھرا

نہیں گلگشت گلستاں میں وہ جاناں میرا — کیوں نہ ہو گل کی طرح چاک گریباں میرا
تا اسے ہو دلِ صد چاک کا مطلب دریافت — زلف کی طرح لکھو حالِ پریشاں میرا
بوجھے عالم مجھے خورشید سا روشن طالع — گر ہو وہ ماہ لقا شمع شبستاں میرا
کاٹ لے ہاتھ کو نارنج بسر یوسفِ مصر — مجلس افروز اگر ہو شہِ خوباں میرا

عشق ہوں سخت مکدر نہ ہوا اس سے دوچار
صاف آئینہ سا ہو کر دلِ حیراں میرا

خنداں جو شکر لب کو گلستاں میں دیکھا — سر ڈال ہر اک گل نے گریباں میں دیکھا
وہ جانِ جہاں تجھ سے ہم آغوش ہوا جب — سو عمر کی لذت کو میں اک آن میں دیکھا
آئینہ سے بے وجہ نہیں اب اس کو تغافل — صورت وہ مری اس دلِ حیراں میں دیکھا
بولا ہے چراغاں شبِ مہتاب میں بے لطف — مکھڑہ کو ترے جو زلفِ زرافشاں میں دیکھا

جمعیت و آسودگی اس عشق کے دل نے
آوارہ ہو تجھ زلفِ پریشاں میں دیکھا

خوبوں کے شبستاں میں ہے تو شمع سحری کا — ہنستا ترا گل رشک ہے سو پھلجھڑی کا
طاؤس تری گرد کے ذرہ کو نہ پہنچے — ہر جلوہ ہے نیرنگ تری عشوہ گری کا
بس لطف ہے یکجا شفق و شام کا ہونا — کھلتا ہے ترے ہونٹوں پہ کیا رنگ مسی کا

اے لعل میں دیکھا تری مسی کی دھڑی کو — پہنچے ہے کہاں رنگ عقیقِ جگری کا
ہے عشق کسی چشم کے جادو کا دوانہ
کہتے ہیں سیانے "اُسے سایہ ہے پری کا"

وہ دل جو اس پری کی ہے جلوہ گہ لقا کا — منہ دیکھو اس کے آگے آئینہ کی صفا کا
ہو رشک سے جگر خوں ہے داغ داغ لالہ — دیکھا ہے رنگ شاید تجھ ہاتھ کی حنا کا
آمیز رنگ طوسی کرتا ہے ہر سرشک آہ — روتا ہوں کر تصور جب چشم سرمہ سا کا
آتش میں سر جھکا کر ثابت ہو جل مرے ہے — اتنا سا یہ پتنگا پر دل ہے کس بلا کا
طاوس کیوں نہ اس سے تعلیم بر ہوا ے عشق
نیرنگ ہے کرشمہ اس کی ہر اک ادا کا

کیا نقصان مرا دل تو جفا کار اپنا — پھوڑے ہے کوئی بھی آئینہ و دیدار اپنا
کفر پروانے کی الفت سے یہاں تک ہے اُسے — رشتہ جان کیا شمع نے زنار اپنا
رات کو آکے لب بام پر اے ماہ جبیں — پھر باقی سے دکھا جلوۂ دیدار اپنا
شاخ سنبل کا قلم کر ورقِ شبو پر — لکھا تجھ زلف کے سودائی نے طومار اپنا
غنچۂ گل کے تئیں توڑے ہے جب گلچیں عشق
یاد آتا ہے مجھے یار دل آزار اپنا

دیا کس شوقِ دل سے ہائے پروانہ نے جان اپنا
دکھایا اہلِ مجلس کو وفا کا امتحاں اپنا
کسی عاشق کی کوئی معشوق جب کرتا ہے دل داری
بہت سا یاد آتا ہے مجھے وہ دلستاں اپنا
رکھا کانوں پہ ہاتھ اس پُر جفا نے بے دماغی سے

گزارش جب کیا خدمت میں اُس کے میں فغاں اپنا
ہوس ہے جاں نثاری کیجیے پروانہ وار اے عشقؔ
کہ ہے وہ شمع رو محبوب اپنا جانِ جاں اپنا

نقدِ دل سے میں خریدار ہوں کن کا اُن کا
باعثِ گرمیٔ بازار ہوں کن کا اُن کا
تیری آنکھوں کے دو پیمانوں کے اک دو ہی پیچ
مست و مدہوش ہوں سرشار ہوں کن کا اُن کا
بخدا قبر سے کہتا ہی اٹھوں گا اے بُتو
میں .... گنہگار ہوں کن کا اُن کا
چشم بیمار کے حال سے ہیں واقفِ حال
دردِ ہجراں میں گرفتار ہوں کن کا اُن کا
مجکو تو ظاہر و باطن سے سروکار ہے نت
چشم گریاں و دل زار ہوں کن کا اُن کا
ہے دو بادام کا اے عشقؔ تصور کافی
میں ریاضت کش دیدار ہوں کن کا اُن کا

خاک ہوں دل کے لئے جل کے یہ منظور نہ تھا
جلوہ گر جب کہ تجلّی ہوئی تب طور نہ تھا
دل سے نزدیک الٰہی کے کلیم اللہ تھے
واصلِ حق کرے یہ طور کا مقدور نہ تھا
رات گلگشت کو مہتاب کے نکلا تھا سجن
ماہ میں اس کے مقابل تو ذرا نور نہ تھا
دیکھ ہمدرد میں نرگس کو ٹک اک جی پایا
دردِ دل سننے کو کوئی باغ میں رنجور نہ تھا
کونسا شیشۂ دل سنگ حوادث سے عشقؔ
تو نے دیکھا ہے کہ ثابت تھا بھلا چُور نہ تھا

بہت خونِ جگر کھا کر کیا یہ چشم تر پیدا
دکھاویں کسکو تیں انصاف کی جگ میں نظر پیدا
تہہ دل سے ہوا خواہوں آہ اپنے سمجھ کر تو
مری دمساز ہو جو بعد کر اودل اثر پیدا
پڑا ہے خاک کیا بر جستہ اس چاہ زنخداں میں
کیا رہنے کو جا تجہ دل جلے نے اور گھر پیدا
عجب کیا عشقؔ کی دولت ہو رنگ زرد گر پیدا
یہ ہے اکسیر اعظم اس سے ہوتا ہے زر پیدا

تو رویا کہہ تصور باندھ کس کے کان کے دُر کا
کہ تیرا عشق ہر آنسو ہوا رشکِ گہر پیدا

زلفوں کی کھول گرہیں گلرو دراز کرنا
سودائیوں کے دل کے یہ عقدے واز کرنا
سو دل اگرچہ ہوویں اس کے نیاز کرنا
کیا خوشنما لگے ہے دلبر کا ناز کرنا
لالہ کے اور جگر کے داغوں کو میرے گلرو
انصاف کی نظر سے ٹک امتیاز کرنا
اس بھید کے سخن کو رکھ اپنے گوشِ دل میں
سنتا ہے مت کسی کا تو فاش راز کرنا
دمساز ہو ہوا سے یہ عشق کی ہوس ہے
گر پائے عقدۂ دل جیوں غنچہ باز کرنا

عشق کی آگ میں اب شمع سا جل جاؤں گا
تجھ لگن بیچ قدم گاڑ نہ ٹل جاؤں گا
گردمِ تیغ سے سو بار کٹے گی گردن
اپنی ثابت قدمی سیتی سنبھل جاؤں گا
میں وہ جانباز و جوالہ ہوں پتنگے کی طرح
شمع رو تیرے اُپر جان سے جل جاؤں گا
شجرِ موم سا ہوں عالمِ موہوم کے بیچ
مہرباں گرم نگاہی سے پگھل جاؤں گا
خاک اڑاتا ہوا ہستی کے تئیں دے برباد
سر بصحرا ہو بگولے سا نکل جاؤں گا
تیرے کوچے کی طرف عزم کیا ہوں جاناں
آخرش یک دو قدم سر سے بھی چل جاؤں گا
چشمِ بدمست کو گردش میں جو لاوے ساقی
ابھی دو جام میں سرشار ہو چل جاؤں گا
عشق ہے بال سے باریک صراطِ محشر
یا علیؑ کہہ کے تبھی اس پہ سنبھل جاؤں گا

رونے سے دل کو ضبط میں لایا نہ جائیگا
سیلابِ اشک ہم سے تھمایا نہ جائیگا
اے چشم مت نظر سے گنوا گوہرِ سرشک
مردم کی بھر تلاش سے پایا نہ جائیگا
کرتا ہوں اسلئے دلِ نازک کی احتیاط
یہ شیشہ ٹوٹے بعد بنایا نہ جائیگا

کوچے میں گلستاں کے چلا ہوں یہ جان کر — ہرگز وہاں سے دل سے پھر آیا نہ جائیگا
حیراں ہو مثل آئینہ صورت کو تیری دیکھ — تصویر ساں نظر کو اٹھایا نہ جائیگا
اے بلبلو بلا سے جو گلشن میں ہے بہار — گلرو بغیر سیر کو جایا نہ جائیگا

افشا ہوا ہے رشک سے مردم میں اب نہ ہم
کہتے تھے راز عشق چھپایا نہ جائیگا

جو دل کہ خاک راہ ہوا کوئے یار کا — پہنچا دماغ عرش پر اس کے غبار کا
گل کی شگفتگی ستی یہ عقدہ وا ہوا — کھلتا ہے صبح دم دل رنگیں بہار کا
ہنسنے میں اور رنگ لطافت میں دیکھ لو — کئی وجہ سے نمونہ ہے گل روئے یار کا
اے آتشیں عذار تری میکشی ستی — یک لخت ہے کباب کلیجہ شرار کا
اب تک بھی میرے دل میں کھٹکتے ہیں خار خار — سہواً اگرچہ ٹوٹا ہے دل تجھ سے خار کا
یارو نہیں ہے خلعت دلسوز بعد مرگ — تجھ پر جلیگا دل مرے شمع مزار کا

گلرو کو لکھیو تو ورق برگ لالہ پر
مطلب ہمارے عشق دل داغدار کا

رونا ہے ہچکیاں لے ساقی بغیر مینا — ہے ناگوار ہم کو اس تلخ مے کا پینا
جب سے کہ تو جدا ہے ہم سخت جاں بلب ہیں — آرام جاں ہے تجھ بن دشوار ہم کو جینا
شاہنشہ نجف کے اعجاز یاد سیتے — در نجف ہوا ہے دل کا مرے نگینا

ساجد ہوا اس بت کے جو میں نقش قدم کا — تقدیر میں لکھا تھا مرے عشق صنم کا
خوش چشم کی تعریف ہے لکھنا مجھے منظور — ہوں اس لئے شائق نئے نرگس کے قلم کا
خوبوں کے لگی ہاتھ حنا داغ نہ ہو کیوں — تھا شوق قدمبوس کسی گل کے قدم کا

محفل میں ٹھہرتے ہی نہ تھے شمع کے آنسو — تھارات جو منظور مرے دیدۂ نم کا
کب شیخ تجھے کفر کی روشن ہے حقیقت — ہے قشقہ و زنار عیاں شمع حرم کا

گلرو کے بنا جی نہ لگا عشق مرا واں
گلگشت کیا خواب میں گلزار ارم کا

وہ دیوانہ ہوں گلرو کا اگر سیر چمن کرتا — گلوں کی طرح دل کا چاک جیب پیرہن کرتا
خدا جانے دماغ شگفتگوں کا حال کیا ہوتا — اگر جیوں غنچۂ گل تو معطر پیرہن کرتا
برہمن ورد کرتے اسم میرا منکے منکے سے — سلیمانی سا کر زنار اپنا جزو تن کرتا

تصور عشق کر صبح بناگوش اپنے مہرو کی
قیامت تھی جو سیر برگ یاسمن کرتا

جو دل کہ باریاب ہے بزم حضور کا — کچھ اشتیاق نئیں اسے حور و قصور کا
مشتاق کو تجلیٔ بزم حضور کی — روشن ہے بھید شمع ستی نار و نور کا
ہے چشم سرمئی کا تماشا خدا گواہ — عارف کے حق میں سیر تجلی و طور کا

مت پوچھ مجکو عشق توں کا نظارہ یا نہ
کرتا ہوں دید قدرت حق کے ظہور کا

بساں اشک نہ پھر خاک سر اٹھا ہو گا — جو کوئی عشق کے آنکھوں ستے گرا ہو گا
ہے بے طرح کی اگن آہ میرے پہلو میں — کوئی جلتے بلتے کا دکھ سن کے دل جلا ہو گا
زمیں پہ ڈالے ہیں ہم نے بہت سے دانہ اشک — ہمارا مزرع مقصد نمو کیا ہو گا
یہ گرد باد نہیں دشت میں عدم سے قیس — کسو دوانے کی تعظیم کو اٹھا ہو گا

دلہنی گل کرے مطلب دل رنگیں بسمل کا — جو دیکھے اپنے لوہو سے حنائی ہات قاتل کا

تڑپنا ہے سبب ہیں ہے دل بیتاب کا میرے — خوشی آتا ہے تماشا اس کو مرغ نیم بسمل کا
وہ لاوے اضطراب برق کو خاطر میں کب اپنے — تڑپنا دم میں سو سو بار جو دیکھے مرے دل کا

کسو کی آنکھ سے آنسو نہ نکلا اس پہ روتے ہی
ہے روشن سوز دل اے عشق تجھ پر شمع محفل کا

نہیں محفل میں دل سوز وفا کوئی جو یہ پوچھے
لگن میں شمع کے بے بال پروانے پہ کیا گزرا

سبو پھوٹے ہیں ٹوٹے جام چکنا چور ہیں شیشے
جفائے محتسب سے ہائے میخانے پہ کیا گزرا

ترے ہجراں کے غم میں کیا لکھوں احوال آنکھوں کا
نپٹ نور نظر کم ہو گیا اس سال آنکھوں کا

مٹا یا آہ اشک خونی سب نور بصراں کا
نہ پوچھ احوال ہجر اپنے میں میرے لال آنکھوں کا

گداز دل طفیل اُن کے ہے اس کو عشق پہنچے ہے
پڑا ہے دل کی گردن پر یہ سب جنجال آنکھوں کا

دل چاہتا ہے کس کا مخمل پہ خواب کرنا — دیوار کا ہے سایہ کیں انتخاب کرنا
جی چاہتا ہے مجھ کو مست شراب کرنا — اور اس کی خاطر اپنے دل کو کباب کرنا

آنسو ہیں کرکے کعبۂ دل کا طواف اشک — گویا کہ قافلہ ہے یہ اہل حجاز کا

سارا بیان عشق کیا طفلِ اشک نے — اب تک کھلا نہ تھا کہیں یہ عقدہ راز کا

آنکھوں کو آنسوؤں سے سروکار ہے بھلا — ہر اک مژہ پہ اشک نمودار ہے بھلا
بیدرد جانتے نہیں قدر اس مزے کی کچھ — عاشق کا ہو جو یار دل آزار ہے بھلا
تا نقش تیری ہووے کسو کے نہ یارِ دوش — رہنا جہاں میں عشق سبکسار ہے بھلا

بیاں اس ناتوانی کا میں اپنی کہہ نہیں سکتا
روؤں ہوں حال دیکھ اپنا تو آنسو بہہ نہیں سکتا
غمِ ہجراں میں دلبر کے زبس بے اختیاری ہے
اٹھا رکھتا ہوں گر آنسو تو یہ دل رہ نہیں سکتا

خورشید رو کے ہجر میں دل زار ہی رہا — شبنم کی طرح تشنۂ دیدار ہی رہا
جسکی نظر پڑی ہے تری چشم نیم خواب — آئینہ سا وہ دیدۂ بیدار ہی رہا

گرمجوشی ستے سب بزم میں بھی ہنڈرا تھا — شمع کا شعلہ تو کافور سے بھی ٹھنڈا تھا
اس دل تنگ میں وہ آہ سماں کیوں کہ سکے — جس کے رہنے کو یہ افلاک کا نو کھنڈا تھا

کردے نگاہ مہر سے پُر نور ذرّہ وار — دریوزہ گر ہے خاص یہ دل فیض عام کا
ہو بادۂ فرنگ سے کب اس کو سرخوشی — جو ہے پیا مست تجھ آنکھوں کے جام کا

فردیات

آنکھو کبھو مژہ سے تم آنسو سے آشنا
ہے موجِ آب سے یہ رگِ ابر خوشنما

احمد نتیجہ ہیگا احد کے کمال کا
یہ آئینہ ہے عکس پذیر اس جمال کا

آلِ نبی کے غم میں جو اشک خون رویا
مژگاں میں اپنے یک لختِ یاقوت ہے پرویا

ستم ہے عشق گریہ سے ترے آنکھوں کا نم کرنا
خدا کے واسطے مت آب و آتش کو بہم کرنا

اس کی آنکھوں کے اگر وصف رقم کیجے گا
شاخِ نرگس کو قلم کر کے قلم کیجے گا

لعل پر جب سے ترے رنگ چڑھا پانوں کا
خونِ دل جوش میں یاقوت کے ہے دانوں کا

ہوا وا عقدہ ہر گل کی کلی کا
خدا حافظ ہے اب بلبل کے جی کا

یاں کبھی یاد کا آنا نہ گیا
وہاں خاطر سے بھلانا نہ گیا

جب لگا آتشِ ہجراں سے مرا دل جلنے
یار کا مصحفِ رُخسار بہت یاد آیا

آئینہ وار تجھ کو کھینچوں گا اپنے بر میں ۔۔۔ بے وجہ کچھ نہیں ہے یہ انتظار میرا

شمع ساں کفر کی روشن ہو حقیقت جیسی ۔۔۔ تارِ تسبیح ہوا رشتۂ زنار اپنا

دیتا ہے سنانِ مژہ پر سر کو دھر اپنے ۔۔۔ ٹک دیکھو جگر یار و مرے لختِ جگر کا

سرخوش مدامِ عشقِ الٰہی سے ہو کے دیکھ ۔۔۔ کیفیت شرابِ حقیقت سے ہے مرتضیٰ

یہ بت حرص و ہوا کے دل کے جب کعبہ میں توڑوں گا
تمھاری سبحہ میں کب شیخ جی زنار چھوڑوں گا

رازِ دل بادِ بہاری سے میں بولا ہوتا ۔۔۔ غنچہ ساں عقدۂ دل کاش کہ کھولا ہوتا

کسی بھی طرح ہم سے یار ہوگا بدگماں اپنا ۔۔۔ دے دل پھر اگر منظور ہے تو دیویں جاں اپنا

دلبر اگر ملے تو دل آزار ہے بھلا ۔۔۔ اور دل بھی دے خدا تو دلِ زار ہے بھلا

دل کنجِ قفس سے ہو آزاد بہت رویا ۔۔۔ صیاد کی الفت کو کر یاد بہت رویا

مدت سے اُس کی راہ میں آنکھوں کا فرش تھا ۔۔۔ نقشِ قدم سا محو ہوا دل تو کیا ہوا

برق لازم ہے تو ملزوم ہے اس کا باراں
وہ مینہ برسیگا تو تبھی چشم کو نم کیجیے گا

دیکھے سے قفس خالی کر یاد مرے نالے
دوڑا اس کے گلے لگ لگ صیاد بہت رویا
قاتل نے کیا بسمل تھا محو تماشا دل
مجھ قتل سے پھر ہو کر ناشاد بہت رویا

ہیں زخم مرے دل پر کاری ترے ابرو کے
اغیار کے تئیں ناحق دکھلانے سے کیا ہو گا
سرشار ہیں ساقی کے نئیں جام کی کچھ حاجت
ہم چشم کے مستوں کو پیمانے سے کیا ہو گا
مشہور مثل ہے یہ اس عشق کے سودے میں
ہوشیار تو ہیں "عاجز" دیوانے سے کیا ہو گا

ب

ہے چہرو کا عکس دیکھو دل نشین آب
بے وجہ ہیں جیوں آئینہ روشن جبین آب
خوش قد کا گاہ کر یہ تصور ہے دلنشیں
کیا خوشنما ہے سرو کا ہونا قرین آب
دل چاہتا ہے تشنہ لبی ہی میں جان دوں
غیرت کے مارے دیکھ کے پرچین جبین آب

دریا یہ عشق وہ متبسم ہوا ہے جا
موتی ہیں اس سبب سے یہ بہترین آب

بلبلا پھوٹے پہ ہو جاتا ہے آب
جان و جاناں میں ہے یہ ہستی حجاب
کیا جھلکتے ہیں دُرِ دنداں ترے
ایسے موتی میں کہاں ہے آب و تاب
ہیگا نورانی رخِ روشن ترا
رات کو مہتاب دن کو آفتاب
بے طرح اس گھر بسے کی یاد میں
اب تڑپتا ہے دلِ خانہ خراب
صاد آنکھوں سے کیا ہے دیکھ عشق
ابروئے جاناں کی بیت انتخاب

خورشید رُو کی صحبت جو اَب نہیں تو پھر کب
شبنم کی طرح قربت جو اَب نہیں تو پھر کب

ذرّے کی طرح مجھ پر اک مہر کی نظر کر
دیکھے وہ مہر طلعت جو اَب نہیں تو پھر کب

جوڑا ہے زعفرانی اس گلبدن کے بر میں
خوش ہو مری طبیعت جو اَب نہیں تو پھر کب

آلودہ دامنی کو دھونے کو منتظر ہوں
بارش دے ابرِ رحمت جو اَب نہیں تو پھر کب

اس باغ میں دو روزہ ہے عشق زندگانی
گل کی طرح بشاشت جو اَب نہیں تو پھر کب

چشمِ عاشق کی صدف میں دیکھ کر یہ اشکِ ناب
غرقِ خجلت کے عرق میں ہے نہیں موتی پر آب

یہ یہاں موتی مقابل اشک کے دیکھ کر مرے
اے مبصر سانچ کہہ ہے کس میں بہتر آب و تاب

عشق نے اس تندخو کے آکے غارت کر گیا
ہوش سر سے صبر دل سے اور مری آنکھوں سے خواب

اپنی طینت میں ازل سیتی مخمر عشق ہے
خاکِ نعلین جنابِ پاک شاہ بوتراب

چوتھے فلک پہ راکھے سرِ افتخار صبح
حجرے کی تیرے بار اگر پائے آفتاب

کرنے کو سیرِ چاندنی اے مہروش نکل
ندرت ہے رات کو جو نظر آئے آفتاب

کہتا ہوں بے حجاب ہو اے مہربانِ حسن
تا تیرے دیکھ حسن کو شرمائے آفتاب

دیکھے نگاہ مہر سے خورشید رو جو عشق
بیتاب ہو فلک سے اتر آئے آفتاب

فردیات

ہر چند لے کے تیغ و سپر آئے آفتاب
ممکن نہیں تجھ نگاہ کے مل جائے آفتاب

ت

گل کا دلِ گرفتہ کھلا نیں صبا کے ہات
یہ عقدہ تھا کہ وا ہوا مشکل کشا کے ہات

مہندی کی مچھلیوں کا اٹھاویں گے کیونکہ بوجھ
رنگِ حنا سے دکھتے ہیں نازک ادا کے ہات

یارب شتاب یار کا دیدار ہو نصیب
آنکھیں اٹھا رہی ہیں مژہ سے دعا کے ہات

تبسم کی ترے کوئی تاب لا سکتا ہے کیا قدرت
کوئی بجلی گرے پر جی بچا سکتا ہے کیا قدرت
کماں ابرو ترے کر بھوں کے قرباں دل کو کہتے ہیں
کماں ایسی عجائب کوئی بنا سکتا ہے کیا قدرت

شمع ساں جس کو دیا ہو آسماں نے تاج و تخت
تیغ سے واصل ہو کیوں اس کے جب روشن ہو بخت

سرمہ سے ہے سیاہ تری چشم اس قدر   جیوں بادۂ فرنگ سے ہو مئے پرست

مو قلم سے مرے مژہ کے بنا   اے مصور نگار کی صورت
پہنچے کب تاب اشک کو دیکھو   گوہر آب دار کی صورت

جب سے یاد بت ہیں گے سنگیں دل بتوں کے ہم جلیس
پوچھتی ہے شیشۂ دل کے تئیں پیہم شکست

ث

پتنگوں کو جلانے کی ہے شمع انجمن باعث   ہماری تلخ کامی کا ہے وہ شیریں دہن باعث
ہے چاک جیب کا گل کے مرا گل پیرہن باعث   تحیر کا بھی نرگس کے ہے میرا خوش نین باعث
قبائے سرخ سے نت گلبدن کو ذوق رہتا تھا   لباس سبز کا اس کے ہوا سرو چمن باعث

دبال جان ہوتا ہے متاع خوب کا رکھنا غزالوں کے ہوا ہے خون کا مشک ختن باعث
میں رم کرتا ہوں دیکھا آئینہ اپنی عشق صورت سے
مری وحشت مرا جس کے ہے چشم سن ہرن باعث
خاک میں .... کے نہ رکھا وہ کبھی بھولے قدم
کیا کی حاصل خاک ہماری جاں فشانی الغیاث
غنچۂ گل وقت کھلنے کے کہے تھا یہ صدا
اس عدم لب کی نہ پائیں کہیں نشانی الغیاث

ج

اس کے عارض پہ مگر زلف گل افشاں ہے آج دلِ سودائی مرا سخت پریشاں ہے آج
رنگِ پاں دیکھ کے یاقوت پہ اس گلرو کے عرق خوں رشک سے ہر لعل بدخشاں ہے آج
آہ کیا کالی گھٹا جھوم رہی ہے ہر سو بادہ نوشی کا یہ کس کے سروساماں ہے آج
سینہ وا کر کے گلستاں سے جو تو گزرا تھا چاک ہر گل کا ابھی دیکھا تو گریباں ہے آج
اشک خوں عشق نہیں یاد میں اس گلرو کے
دست مژگاں میں مرے سبحہ مرجاں ہے آج
کیوں نہ گل گشت چمن تجھ ہجر میں موقوف ہو بات سے جاتا رہے ہے حضرتِ دل کا مزاج

چ

گوشواروں کو نظر یار کے گر کان کے بیچ گوہر اشک ہیں غلطاں مرے داماں کے بیچ
داغ ہے لالہ سیہ پوش ہے نافرماں کیوں کس لئے چاک ہے یہ گل کے گریباں کے بیچ
رہ گئے خضر پیاسے لب حیواں کے لئے بھوت یوسف گرے اس چاہ زنخداں کے بیچ

جوش گریہ سے مرے چشم کی حالت ہے تباہ — کشتیٔ نوح پڑی موجۂ طوفان کے بیچ

عرقِ خوں رشک سے ہر لعل ہوا ہے اے عشق
پہنچے اس لب کے مگر وصف بدخشان کے بیچ

یارب کیا میں کروں جا کہو اس باغ کے بیچ
لالہ ساں چھڑکوں نمک دل کے مگر داغ کے بیچ

جس قدر پیچ ترے زلف کے اک تار کے بیچ
نافۂ مشک بھی اتنے نہیں تاتار کے بیچ

دل دوستیٔ پنجتنِ پاک میں تو جانچ — مشہور مثل ہے کہ نہیں سانچ کو آنچ

ح

اپنی آنکھوں میں کیے ہم نے جگہ خواب کی طرح — اپنے ہم آپ ہی قربان ہیں گرداب کی طرح
آنکھیں رہتی ہیں بھری اشک سے تالاب کی طرح — لخت دل اس میں ترے پھرتے ہیں مرغاب کی طرح
ابر کھلتا سا نظر آئے ہے ساقی آ جا — گھونٹ لو ہو کے میں پیتا ہوں مئے ناب کی طرح
مے پلا مجھکو شب تار میں آ کر ساقی — عکس پڑتا ہے تجھ عارض کا بھی مہتاب کی طرح

چھاتی بھر آتی ہے بجلی کی تپش دیکھ کے عشق
کہ تڑپتی ہے مری یہ دل بیتاب کی طرح

کی ہے بلبل نے فغاں میرے دل مفتوں کی طرح
نالہ قمری بھی کرے ہے آہ مجھ محزوں کی طرح

غنچۂ گل میں شباہت خوش دہن کی ہے عیاں
اور سراپا سرو میں اس کے قد موزوں کی طرح

شمع رو کو دیکھ کر آتی ہے دل میں یہ امنگ
جاں فشانی کیجئے پروانۂ مفتوں کی طرح

چشم آہو ہے بعینہ وحشت لیلیٰ کی طرز
شاخ آہو ہے سراسر نالہ مجنوں کی طرح

عشق نظروں میں تصور سا نور ہے حسن کا
رنگ دکھلاتا ہے آکر نشۂ افیوں کی طرح

شوخ ابرو میں ترے کاٹ ہے تلوار کی طرح
کون سنکھ ہو ترے اس دل افگار کی طرح

سر پہ رنگین رخوں کے جو کبھی جا پاوے
غنچہ بولی ہو شگفتہ گل گلزار کی طرح

تو نے کیا دیکھا نہیں گل کا پریشاں احوال
غنچہ کیوں اینٹھا ہوا رہتا ہے زردار کی طرح

چشم بد دوران آنکھوں کی یہاں تک ہے یاد
آہ نکلی ہے مرے دل سے بیمار کی طرح

دیکھ لیتا ہوں میں جا باغ میں شمشاد کو عشق
اس میں ملتی ہے سراپا سے قد یار کی طرح

زلف خوبوں سے مصاحب کیوں کہ ہو شانے کی طرح
ہم کو نہیں آتی کھٹکا کر دانت دکھلانے کی طرح

مئے پرستوں سے میں پوچھا حالت مستی کے بیچ
ہوئے لب ساقی سے ہمدم کیوں کہ پیمانے کی طرح

...... سر خوشی سے جام لے تجھ کو ہے لا
خاکساری پیشہ کیجو اہل میخانے کی طرح

جائے گی افتادگی سے تیری خاک آخر بہ باد
یہ سبو و جام صہبا کے ہے بن جانے کی طرح

آن کے اس باد تند اور رعد سے نالوں کے عشق
ابر مژگاں کے قطرے آتے ہیں گھر آنے کی طرح

پھوٹ کر دل حباب کی سی طرح
بہہ گیا آہ آب کی سی طرح

یار غائب نظر سے آتا ہے
میری آنکھوں میں خواب کی سی طرح

عکس اس مہ جبیں کا پڑتا ہے
بزم میں ماہتاب کی سی طرح

دیکھیے تو مہر سے جیسے اس کا
طالع ہوا آفتاب کی سی طرح

گلبدن کے عرق میں آتی ہے
باس عطر گلاب کی سی طرح

تو ہر اک رنگ میں ملے ہے صنم
صافی دل سے آب کی سی طرح

کاسہ دل ہوائے آہ سے عشق
ٹوٹتا ہے حباب کی سی طرح

چشم تر آبشار کی سی طرح
کبھو ابر بہار کی سی طرح

ہے پڑا لوٹتا پلک پہ اشک
شبنم خار زار کی سی طرح

میری آنکھوں سے اشک نکلے ہے — گوہر آب دار کی سی طرح
کس کی تو یاد میں اے ابر بہار — روئے ہے چشم زار کی سی طرح
برق باعث بتا تڑپنے کا — مجھ دل بے قرار کی سی طرح
بن وہ خوش قد کے سرو کھٹکے ہے — میری آنکھوں میں خار کی سی طرح
کیا بعینہ ہے دیکھ نرگس میں — چشم بیمار یار کی سی طرح
گل کے ہنسنے میں عشق ملتی ہے
خندۂ گلعذار کی سی طرح

نذر تیرے اشک خوں کہہ عشق لاوے کس طرح
لال تجھ پاؤں کو یہ مہندی لگاوے کس طرح
یار نزع جاں نثاروں پر نہ آوے کس طرح
جب تلک اس کو نہ دیکھیں جان جاوے کس طرح
بن وہ گلرو کے دل آشفتہ گلشن میں صبا
عندلیبوں کی طرح دھومیں مچاوے کس طرح
غنچہ لب سے مختلط ہو دل سبک روحانہ وضع
اے نسیم صبح تو بتلا ہنساوے کس طرح
عشق کی کب تاب لا سکتا ہے دل کا حوصلہ
مہر سارا ایک ذرے میں سماوے کس طرح

تری گلی کی اے گل یاد نہیں بساری روح
اگرچہ جنت فردوس میں سدھاری روح

جو سرو نازک کے غم نے کیا ہے مجھ کو شہید
وہ سبز پوش ہے ان بیچ یہ پکاری روح
جو گزرا عشق کے مشہد سے خوش قدوں کا گروہ
ہو گرد باد سے بیتاب آہ ماری روح

فردیات

کشتہ کر عشق کو قاتل کے بن گئی اکسیر
یہ تڑپتا ہی سدا رہتا ہے سیماب کی طرح

خ

فقط نہ بھر کے گلوں سے کیا ہے داماں سرخ
ہے عکس رخ سے رنگیلے کا اب گریباں سرخ
وہ گلعذار کے خونیں نین سے دل اپنا
نہ کو مراس کہ ہوتا ہے روے متاں سرخ
لہو کے آنسو جو اس لعل لب بنا رویا
ہیں اب تلک بھی مرے دیکھو چشم گریاں سرخ
دل برشتہ مرا عشق داغ داغ ہوا
یہ کوہ و دشت کا لالہ سے دیکھ داماں سرخ

منعم کی زندگی کی حلاوت اسی سے پوچھ ‏ مشہور ہے کہ بحر کا ہوتا ہے آب تلخ

کبھی ہم خواب میں اس ماہرو سے یار ہوتے ہیں ‏ کبھو ہم بے نصیب وصل بھی بیدار ہوتے ہیں

د

کرے ہے کیوں تو عیاں آہ ناتواں فریاد ‏ گراں ہے اس پہ مرے اشک کی نہاں فریاد
نگاہ سرمئی آنکھوں کا نیم بسمل ہوں ‏ زباں سے میرے نکل سکتی ہے کہاں فریاد
یہ گل کے چاک گریباں سے سب یہ ظاہر ہے ‏ گئی نہ بلبل نالاں کی رائگاں فریاد
میں پوچھا عشق سے لیجاؤں تو جو فرمائے ‏ ہر ایک طرح سے وہ قاتل کے ارمغاں فریاد
یہ سن کے مجھ سے وہ کہنے لگا کہ اے نادان ‏ وہ بارگہ میں کریں ہیں کھڑے تباں فریاد
تو بیکسی و غریبی ترا کہ می پرسی ‏ پہنچنے پائیگی واں تک تری کہاں فریاد

پھنسا کے دام عنادل کو کر قفس میں اسیر ‏ اٹھا کے باغ سے جس وقت لے چلا صیاد
نظارہ گل کا وہ کرتے تھے چشم حسرت سے ‏ نہ لایا رحم تھا بیدرد کیا بلا صیاد

تجھ زلف کے ہر حلقہ میں ہے ماہ درخشاں ‏ ہے حسن ترا نام خدا چاند سے دہ چند

ذ

. . . . . کا ہے نمایاں العیاذ ‏ کس قدر ہے چاک گل کا بھی گریباں العیاذ
ظاہر اصد برگ میں ہیں ذرہ کے یہ دو نشاں ‏ رنگ رخ ہے زرد اور سینہ ہے بریاں العیاذ

پھرے نافرماں و سوسن کس لئے کالا لباس   کس کا ہے ماتم سراسر گلستاں العیاذ
ہے کھڑا صحن چمن میں سرو ہو کر سبز پوش   سبزئی زہر حسن کرنے نمایاں العیاذ
غم بدخشاں پر خدا جانے ہے کس کے لعل کا   اس کا ہر لخت جگر ہے خوں میں غلطاں العیاذ
چھاتی بھر لا در دیے دل کھول کر بے اختیار   کس قدر روتا کھڑا ہے ابر نیساں العیاذ
واقعہ کی جب خبر دی قیس کی باد صبا   بید مجنوں نے کئے گیسو پریشاں العیاذ

شاق ہے درد فراق اس نرگسی خوش چشم کا
اشک شبنم سے ہے نرگس عشق گریاں العیاذ

وصف لکھنے کو وہ شیریں لب کے   چاہئے مجھ کو بنانے کاغذ

ر

ہم قفس میں بند ہیں گلشن میں آتی ہے بہار   کیوں گرفتاروں کا ناحق دل دکھاتی ہے بہار
باغ میں یہ غنچۂ گل کھلتا نہیں ہے صبحدم   دیکھ کر وضع جہاں کو مسکراتی ہے بہار
ہر سحر یہ باغ میں شبنم نہیں ہے دیکھ لیو   بلبلوں کا دکھ سنا گل کو رلاتی ہے بہار
باغ میں شبنم نہیں ہے اور نہیں باد صبا   صبح آہ سرد بھر آنسو بہاتی ہے بہار
لوگ ناحق اسکو کہتے ہیں کہ ہے لالہ کا پھول   داغ دل تیرے ہات عالم کو دکھاتی ہے بہار
نرگسی چشم اسکے وحشت سے نپٹ حیران ہے   کس کی پیاری انکھڑیوں سے دل لگاتی ہے بہار
برگ گل کا باغ میں کس کیلئے کرتی ہے فرش   کس کی خاطر سیج گل کی تو بچھاتی ہے بہار
بوجھو مت شاخ گل کو بوجھ سے غنچے کے خم   میرے اس خوش قد کے آگے سر نواتی ہے بہار
دوش پر لیکر سبوئے غنچہ جام گل کو ہات   آ چمن میں بلبلوں کو مے پلاتی ہے بہار

عندلیبوں کا چمن میں دیکھ کر شورِ جنوں گل کا چاک جیب کر دھویں مچاتی ہے بہار

گل کی یہ طرز ہنسی سے عشق عقدہ وا ہوا
زعفراں بہرِ نشاط اس کو کھلاتی ہے بہار

کب ہے غربت بن وطن میں حسن کے جوہر کی قدر
بحر میں ممکن نہیں ہو دانۂ گوہر کی قدر

دے خدا کے واسطے ٹک دادِ رونے کی مرے
پوچھ چشمِ مست سے اپنے یہ ابرِ تر کی قدر

کیوں نہ ہو خوشحال عاشق اپنے رنگِ زرد پر
کیمیا گر کے تئیں البتہ ہیگی زر کی قدر

بس معطر ہو رہا ہے زلفِ جاناں سے دماغ
عشق کے نزدیک کب ہے مشک اور عنبر کی قدر

میں دردِ دل کو مفصل کروں اگر تقریر تو کیا عجب ہے گریں اشکِ دیدۂ تصویر
صبا اڑا نہ مری خاک اسکے کوچہ سے یہ آرزو ہے کہ اس شوخ کے ہوں دامنگیر
ہوا ہوں زلف کا اس ماہرو کے دیوانہ خوش آئی ہے مجھے شب کے ہار کی زنجیر
بنا کے موقلم آہ ناتواں نقاش وہ خوش کمر کی تو عاشق کی کھینچیو تصویر

یہ آرزو ہے کہ منقارِ عندلیب سے عشق
بناؤں محفلِ گلرو کی شمع کا گلگیر

آرزو ہے ہوں تصدق اس بتِ دلخواہ پر
سو تو یہ طالع کہاں بل اس کے خاک راہ پر

اس کی دل ہے میری اس سیہ بختی کو زیب

ہے توجہ مہر کی جس طرح حالِ ماہ پر
عقل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نرگس نہیں
باغ نے آنکھیں لگائی ہیں کسی کی راہ پر
شیخ ریشائیل کے طول امل کو دیکھ عشق
مجھ کو آتی ہے ہنسی اس دامن کوتاہ پر

میری آہ گرم نے ڈالا ہے کیا رونے میں شور　　اس سوا دیکھا نہیں کہیں آگ کا پانی میں زور
آ خیال اس مہروش عیار کا دل لے گیا　　یاں تو چوری کیلئے اب دن دہاڑے پڑتے ہیں چور
میکشوں کی حالت مستی کا عالم اور ہے　　جائیے کس واسطے مسجد میں میخانے کو چھوڑ
عشق کو رونے میں لایا مصرع زار یقیں
آج بادل بے طرح امڈے ہیں یہ برسینگے زور

مبادا شغل بتوں میں خدا سے ہوں بیکار　　یہ اب ہوس ہے کہ حرص و ہوا سے ہوں بیکار
کہے ہے یہ مئے گلگوں سے راز دل شیشہ　　ہوں سبز بخت یہ نشو و نما سے ہوں بیکار
سپند ہوں مرے طالع سے آگ میں بھی　　خموش عقدۂ دل ہے صدا سے ہوں بیکار

تھمے فوارۂ آنسو اچھل کر　　بہے یہ حوض آنکھوں کے ابل کر
غرورِ حسن سے نکلا ہے کیا ماہ　　تو اے خورشید رو اس کو خجل کر
لگن میں شعلہ رو کے تو قدم گاڑ　　بھسم ہو جا برنگ شمع جل کر
چمن میں دھر کے تو خلق خوش سے　　برنگ گل کھلے بندوں عمل کر
گرہ بند قبا پر کیوں ہے اے گل
یہ عقدہ عشق کی خاطر سے حل کر

بیوجہ نہیں اے پھرو تو تم جو ہر سحر　　دیتی ہو باغ حسن ہے آئینہ کو ثمر
بیٹھا ہے سینہ صافی سے کیا خوب تو برو　　بند قبا کھلے ہوئے آئینہ آگے دھر
ہوتا ہے دیکھ حسن ادھر اپنا آپ محو　　جام نظارہ سے اُدھر آئینہ بے خبر
حیران ہو ترستا ہے منہ تیرا دیکھ دیکھ　　بھر لا کے منہ میں پانی یہ آئینہ لب شکر
پرتو سے تیرے حسن کے اے رشکِ حور دیکھ　　آئینہ بن گیا ہے پری خانہ سر بسر
ہر صاحب جمال کا ہے عشق ہم جلیس
جس کے صفائے قلب سے تی پاک ہے نظر

کیوں قتل ہزاروں کو کرتا ہے تو ہنس ہنس کر
بیدرد نہوا بیٹا اس طرز کو گل لبس کر
کیا عیش کی دھوموں سے تجھ بن ہیں اے گل صبحی
دامن کے ہوئے ٹکڑے چولی بھی گئی چس کر

ہے مری چشم کو تشبیہ بجا نرگس سے　　وہ نہ بیمارِ دگر یہ نہ گرفتارِ دگر
جز وطن دیکھو رشتہ کو سلیمانی کے　　کافرِ عشق ہے وابستہ زنّارِ دگر

کان دھر سنتا ہے عالم وعظ فرمانے کا شور　　لیک مجھ بدمست کو بھاتا ہے میخانے کا شور
لطف اس کا میکشوں کے دل سے پوچھا چاہئے　　زور کیفیت رکھے ہے ابر کے آنے کا شور

فردیات

چاہے تھا جنقدر مرادِل اس کو دیکھے　　مستی سے میں نے دیکھنے پایا نہ بھر نظر

سُنے گر اس کو تو پتھر کا دل پگھل ہو آب ہے آہِ گرم ہماری میں اس قدر تاثیر

کیا کہئے اپنے سوتے نصیبوں کی سرگذشت اتنے میں ہو گئی کہیں جلدی ستی سحر

پروا کسی کے گریہ کی نیں ہے کہ ابرِ تر روتا ہے زار زار غریبوں کے گور پر

جو ہو رنگ لال آنسوؤں کا عجب نئیں میں روتا ہوں آلِ پیمبر کی خاطر

زخمِ دل ہنسنے لگا دیکھ کے صورت اس کی لبِ خنداں تھا ترے تیر کے سوفار کا زور

ز

بھید نیں پایا ہوں اُس ہنس ہنس کے رونے کا ہنوز
میں نے ابر و برق کا عالم نہیں سمجھا ہنوز
اب تلک کیوں ہے گریباں چاک گلشن بیچ گل
کیوں جگر لالہ کا ہے داغوں ستی کالا ہنوز
کوہکن کا خوں ہے اب تک بے ستوں سے جوش زن
داغ شیریں چھوڑتا نیں بن کے وہ لالہ ہنوز
اب تلک سنبل اُگا کرتا ہے اس کی خاک سے
چھوٹتا نیں عشق سے اس زلف کا سودا ہنوز

ہو نہ ظلمت دل روشن میں خموشی سے کبھے ہیگا معمور تجلی یہ دیا گل ہے ہنوز
بعد مرنیکے بھی اس زلف پریشاں کا خیال گل مری خاک سے کرتا ہے وہ سنبل ہے ہنوز

ہے بہار دل میں یہ مجنوں کی نشانی لالہ اس کے ہے میں داغ جگر تازہ تہ خاک ہنوز

سرمئی آنکھیں تری دیکھ کے حیرت ہے مجھے کہ وہ دیکھتے ہیں کس انداز سے گفتار ہنوز

دل کھول کر نیاز سے ملتا ہوں جیوں صبا وہ مثل غنچہ ناز سے دل تنگ ہے ہنوز

ترے تن کی لطافت سے ہو گل سوسن اگر صہبا سے تو پہرے قبا سبز

س

قبر پر آیا وہ اس لطف سے کر یاد کہ بس دیکھ ایسی ہوئی اس روح مری شاد کہ بس
تیری تصویر کی حیرت سے ہو نقش دیوار ہوش کو کھو کے کہے مانی و بہزاد کہ بس
بے ستوں کھود کے خسرو کو مرا یار کو جیت کس بھلے وقت ہوا ہائے رے فرہاد کہ بس
عشق بلبل کی فغاں پر مجھے آتی ہے ہنسی
نہ ہوا اس کو کبھو گل سے یہ ارشاد کہ بس

کیوں نہ لگ جائے نظر بلبلوں کی باغ کے بیچ بن بنا ایسا پھرے ہیگا یہ صیاد کہ بس

نیم بسمل ہو تڑپنے لگا میں آنکھیں کھول　　سسکیاں لے لے کے وہ رویا بچھاڑ کر بس

ش

بلبلِ نالاں کرے اب کیوں نہ فریاد و خروش
داد کو اس کی پہنچتا ہے ہر اک گل بن کے گوش
ہر کلی کا سینہ ہے پُر خوں ہر اک گل چاک جیب
ظاہرا گلشن میں تو گزرا تھا ہو کر سُرخ پوش
آ خریداری کرے دلبر ہیں اس امید سے
چشم کی دوکان میں ہر دمِ اشک ہے گوہر فروش
اس چمن میں کچھ نہ کیجے خلقِ خوش بن اختیار
نکہتِ گل دیکھو نئیں بادِ صبا کو بارِ دوش
آ کہ اے آرامِ جاں تجھ عشق نے غارت کیا
صبر و طاقت عیش و راحت خواب و خور اور عقل و ہوش

لختِ دل اور اشک کا جویا صدا رہتا ہے عشق
جوہری کو نت ہے لعل و دُرِ مکنوں کا تلاش

ص

رُخسار ترے دیکھ اُدھر قبلہ نما رقص
اِیدھر کرے ماتھے پہ مرے سجدہ جدا رقص

اودھر وہ نگاہوں میں جفا ناز کرے ہے
ایدھر کو مری چشم میں شادی سے وفا رقص

جب حسن پر اترائے ہے وہ شوخ مرا عشق
کرتا ہے درِ گوش بصد ناز و ادا رقص

ض

مجھ کو نجف دکھلاویں یہ ہے مرتضیٰ سے عرض
اور کربلا لیجاویں شہِ کربلا سے عرض

طالع میں مثلِ غنچۂ گل ہے مری گرہ
جا کر صبا تو کر مری مشکل کشا سے عرض

اس گل اُپر نثار تھا کس ادب سے ہوں
اے آہ کیجو عشق کی بادِ صبا سے عرض

ط

کیوں نہو مژگانؔ ابروئے بتاں سے اختلاط
تیر کو درکار ہے کرنا کماں سے اختلاط

تو نے نہیں دیکھی مگر حالت کتاں کی کیا ہوئی
اے دلِ صد چاک مت کر مہوشاں سے اختلاط

بال سے باریک ہے یہ عقدہ کیونکر کھل سکے
کس طرح سے کیجئے نازک میاں سے اختلاط

کر دیا خاموش یاں تک کم سخن کی یاد نے
غنچۂ دل کھلا کے نہیں کرتا زباں سے اختلاط

دل ترا لگتا ہے واں ہو سرو جس گلشن کے بیچ
تو کیا ہے عشق کس رعنا جواں سے اختلاط

جھوٹی بات اپنی سو سچ رات پر آیا ہے غلط
جو رتیرا سو سہی شکوہ ہمارا ہے غلط

اب تو مردم کا ڈبایا خانماں روئے نے ہائے — دل کے تئیں رہتی ہے اکثر چشمِ تر کی احتیاط
رہتی ہے اس طرح مجھکو آنسوؤں کی اپنے پاس — کرتے ہیں سنکے جوہری جیسے گہر کی احتیاط

ظ

سے کہوں عاشق کے مرجانے کا حظ — نزع میں ہے جان تجھکو دیکھ جی جانے کا حظ
یا الٰہی مجھ کو قسمت ہووے جوں برگِ حنا — دستِ رس اس لعل کے پاؤں ملک پانے کا حظ
نیں خراباتی جہاں میں مجھ سا کوئی بے کیف و کم — چشمِ مستِ یار سے پاتا ہوں میخانے کا حظ
دل مرا ہے محو جیوں تصویرِ فانوسِ خیال — کیا بتاؤں شمع رو صدقے ترے جانے کا حظ

پی کے چشمِ مست کی گردش سے ہو سرخوش مدام
عشق کیفیت سے کیا لیتا ہو پیمانے کا حظ

جو قیامت کے ہی تھے آثار سارے رو دیئے — چشم سے تصویر نے آنسو نکالے الحفیظ

اس ہوا میں میکشی کی پھر دلانے ہم کو یاد — یے طرح اٹھا ہے ابر برشگالی الحفیظ

ع

سوزِ دل ہر شب ہمیں اپنا ہی بتلاتی ہے شمع
دل کا جلنا ہم دکھاتے ہیں تو جل جاتی ہے شمع

یہ دھواں نیں درد سے بھرتی ہے آہیں جا نگداز
کس نزاکت سات ایک ایک اشک ٹپکاتی ہے شمع

سر سے تے پاؤں تلک غرقِ عرق بے وجہ نیں
بے حجاب اس شعلہ رو کو دیکھ شرماتی ہے شمع

شعلہ رو کے دیکھنے کی یاں تلک مشتاق ہے
پاؤں تک سر سے لگا کر آنکھ بن جاتی ہے شمع

عشق پروانے کے ماتم میں وہ اپنے بال کھول
سوز دل سے آہ کیا رونے میں بھر جاتی ہے شمع

آتشیں رو تیرے آگے تاب کب لاتی ہے شمع
رشک سے تجھ حسن روز افزوں کے جل جاتی ہے شمع

چاند سی صورت کے آگے تیرے شرماتی ہے شمع
دیکھ روشن مکھ ترا بے نور ہو جاتی ہے شمع

بس کہ .... پڑتے ہیں اس پر شب کو اے خورشید رو
جیوں چراغ روز تجھ آگے نظر آتی ہے شمع

سینہ بریاں، چشم گریاں، آہ سوزاں، دل کباب
کس قدر جلنے کا پروانے کے غم کھاتی ہے شمع

جب نکالے ہے زباں گل گیر کر دیتا ہے قطع
بزم میں یہ حرب گوئی کی سزا پاتی ہے شمع

عشق جب محفل میں کرتا ہے بیانِ سوزِ دل
چھاتی بھر لا درد سے رو رو کے بجھ جاتی ہے شمع

شاید ان دونوں میں رشتہ ہے کہ محفل میں عیاں
سخت ہم آغوش پروانے سے ہو جاتی ہے شمع

ماتم پروانہ میں ہے سر برہنہ بال کھول　　کسقدر رو رو کے سوزِ دل یہی دکھلاتی ہے شمع

غ

ہے مرے سینہ میں روشن تجھ محبت کا چراغ　　تا ابد یارب نہ بجھیو یہ مودّت کا چراغ
جانِ روشن گوہراں ہے پرتوِ نورِ خدا　　کیوں نہو اہلِ دلوں کے خاص خلوت کا چراغ
روغنِ بادام ہے خالص مرے اشکوں کی سیل　　یاد میں کس چشم کے روشن ہے الفت کا چراغ
تیرہ روزوں کی یہ جلتا ہے مصیبت دیکھ دیکھ　　ہر دلِ پر سوز گویا شامِ غربت کا چراغ
شمع مہر بوتراب اس سے جو دل ہے منجلی　　تا ابد روشن رہیگا اس کی تربت کا چراغ

شب جوانی کی سحر ہوئی مت ہو خمار چشم خلق
صبح پیری میں بجھا دے عشق نخوت کا چراغ

اے عشق ... زار ہو باغ بہشت میں　　محشر کو گل کے ہیگا شہ کربلا کا داغ

یہ لالہ زار فصلِ بہاروں نہیں مت سمجھ　　رنگیں دلوں کے عشق کئے ہیں بہار داغ

بن فنا روشن دلوں سے نا مٹے جینے کا داغ　　دور نہیں ہوتا سوائے خاک آئینہ کا داغ

ف

کس ادا سے اس کے لب میں ہے ہنسی آنے کا لطف
جس کا اک ذرہ ہے بجلی کے چمک جانے کا لطف
اس حنائی پاؤں کی ٹھوکر سے دل ہے باغ باغ
کیا بتاؤں اس کے رنگیں جور فرمانے کا لطف

شمع پر جب بزم میں ہوتا ہے پروانہ نثار
دل سے پوچھا چاہئے صدقے ترے جانے کا لطف

کوہکن کی روح سے اک شب میں پوچھا خواب میں
کیا ہے تیرے اس طرح سر پھوڑ مر جانے کا لطف

در جواب اس کے کہا اے عشق سن یہ سرگزشت
ہے وفا کی ہر طرح خدمت بجا لانے کا لطف

جانِ شیریں دے کے ہوں میں خوابِ شیریں میں ہنوز
ہجر کی تلخی سے چھوٹا یہ ہے مر جانے کا لطف

رہ رہ کے آوتا ہے یہی یار یار حیف
تجھ سے کبھی کبھی ہو نہ لئے ہم دو چار حیف

اس کے چشمِ مست میں حاصل ہے میخانے کا لطف
اور نگہ کی گردشوں میں دورِ پیمانے کا لطف

ق

بہانا اشک ہر دم چشمِ گریاں کے نہیں لائق
گہر یوں مفت کھونا ابرِ نیساں کے نہیں لائق

زبس نام خدا یاں موتیوں کا مینہ برستا ہے
نظر گو ہر یہ کرنا چشمِ گریاں کے نہیں لائق

اسی حسرت سے گلشن میں گئے گل چاک جیب اپنا
نہ عطر گلاب اس کے گریباں کے نہیں لائق

پرستش عشق ان سنگیں دلوں کی کفر ہے باز آ
یہ شیوہ بت پرستی کا مسلماں کے نہیں لائق

ک

یوں اشک معزز ہیں مرے یار کے نزدیک جیسے در شہوار خریدار کے نزدیک
اس چشم کے آگے نہ کرو ذکر مرا حال مت درد کی باتیں کہو بیمار کے نزدیک
ہے عشق کے کب حق میں وہ کم خلد بریں سے
گر جا ملے کچھ سایۂ دیوار کے نزدیک

گ

لگ رہی جس طرح لالہ کے سارے بن کو آگ
دل کو اپنے داغ دیو اے عاشقو اور تن کو آگ

گل پہ یہ شبنم نہیں پانی چھڑکتی ہے بہار
ہائے رے کنے لگائی آکے اس گلشن کو آگ

ہم سیہ بختوں کا کیوں کر رائگاں جاوے وبال
شام نہیں پھولی یہ لاگی ہے فلک کے تن کو آگ

جل بقیں کی بات پر اے عشق ہم بھی جل مریں
کیا ہی پھولا ہے پلاس اور لگ رہی ہے بن کو آگ

جیسا دوری سے اس کے دل ہے بہ تنگ اسے آغوش بیچ لیجے تنگ

اے پتنگ کیا شمع کے آتش کا پرکالہ ہے تئیں
ہاتھ سے اپنے لگا لیتا ہے اپنے تن کو آگ

سخت دل کا دل نہ جلتا ہو تو جل جا رشک سے
سنگ میں دیکھے شرر اور لگتی ہوئی آہن کو آگ

ل

مجھ کو اس کے قد سے الفت ہے کمال
عالمِ بالا کا رہتا ہے خیال

ہو کماں پر جس طرح تصویرِ زاغ
گوشۂ ابرو میں ہے دلبر کے خال

چشمِ نرگس کی ملوں پاؤں تلے
آنکھ اٹھا کر دیکھے تجھ کو کیا مجال

جب شکر لب سے کیا میٹھے کی عرض
ترش رو ہو کہہ اٹھا یہ منہ سنبھال

ماتمِ لیلیٰ سدا کرتا ہے عشق
بیدِ مجنوں کر پریشاں سر کے بال

تیرے نازک قد کے یہ گلرو لٹک جیوں شاخِ گل
بلبلوں کے دل میں جاتی ہے کھٹک جیوں شاخِ گل

تند ہے بادِ صبا مت صبح گلشن میں نکل
کیں نہ جاوے تیرا نازک قد لچک جیوں شاخِ گل

عشق جب آ کر صبا ہوتی ہے اس سے مختلط
اس کا قد ہر سمت جاتا ہے لہک جیوں شاخِ گل

گلچیں نے توڑ لی کیا خالی تھی جائے گل
بلبل نے دیکھتے ہی اٹھی کہہ کے ہائے گل

اے باغباں تجھے دلِ بلبل کروں میں نذر
لے مجھ سے جا بتا ہے اگر رونمائے گل

دیکھے وہ خوش دہن کے شکر خند کی جو طرز
یہ خندہ بن کی وضع تبھی بھول جائے گل

کیا ہو علوئے مرتبہ اس سے زیادہ اور
دیکھا تو گلرخوں کے سر او پر ہے جائے گل

پیغمبر خدا کے ہے رخسار کا عرق
کس منہ سے عشق مجھ سے ہو وصف و ثنائے گل

جو آہیں سرد بھرتا ہے مرا دل — کسی بے مہر کے پالے پڑا دل
سراپا صورت حیرت ہوں جب سے — ہوا آئینہ رو کا مبتلا دل
صنم خانہ تھا پہلے عشق کعبہ
بتوں ہیں اس لئے اب لگ رہا دل
اے دو بادام پہ ٹھہری ہے خریداری دل — تجھ کو آنکھوں کی قسم کیجو طلبگاری دل
خط جدا خال جدا زلف جدا چشم جدا — چار اطراف سے ہے دام گرفتاری دل

روشن دلوں کی جبہہ سے پیدا ہے راز دل — چھپتا نہیں ہے شمع کا سوز و گداز دل
آئینہ دل کا دیکھ کے آئینہ ساز دل — صورت پہ اپنے ریجھ گیا امتیاز دل
صورت کے بحر بیچ معانی کی کر تلاش — تا پہنچے جا کے کعبہ مقصد حجاز دل
دل ہے عزیز کیوں نہ کہیں اہل دل مجھے
اے عشق میں نے کیا کیا اٹھائے ہیں ناز دل
بہاروں میں تھا وہ ہنگامہ جا دیکھا خزاں کے دن
چمن میں خاک اڑتی ہے کدھر گل اور کہاں بلبل
مرا وہ گلبدن اے عشق گر گلشن طرف جاوے
لے آوے نذر اس کی برگ گل کا ارمغاں بلبل

اس ہوا میں آہ وہ ساقی نہیں — ابر سا امڈا ہوا آتا ہے دل

ٹھہرا ہے وہ سامنے ترے آ جیوں قبلہ نما جدھر گیا دل

اپنے جب روتا ہوں حالِ زار پر ہو کے تب غمخوار سمجھاتا ہے دل

دلدار سے بھی کبھی زیادہ ہے ناز دل ہیں صدقے دل کے دل ستے دل بے نیاز دل

اس دل کی کشمکش نہ رہے دل ملے اگر حاصل ہے مدعا کبھی گر ہاتھ آئے دل

م

بھی اہلِ چمن ہیں شاد اور تو چشم تر شبنم مگر بلبل کے نالوں نے کیا تجھ میں اثر شبنم
سحر اس غنچۂ گل کے گریباں پھاڑ لینے پر اگر تیری جگہ ہم ہوں تو دیں لختِ جگر شبنم
دلا مت یاد اسکے ہاتھ کا پیمانہ رنگیں چمن کے صحن میں ہر صبح گل کا جام بھر شبنم
نہ ہو نمناک اے اہلِ نظر کب آنکھ کہتے ہیں نہ دیویں چشم سے نسبت نہ ہو نرگس پہ گر شبنم
تبھی وہ پھول سے نرگس کے بہہ جاتا ہے آب خجلت ہو اگر دیکھے مری آنکھوں سے آنسو کے گہر شبنم
صبا بھرتی ہے آہیں گل گریباں چاک کرتے ہیں جو دیکھے صبح سنبل سے ترے مژگان تر شبنم

بہ عزمِ سیر ہم نے بارہا جا موسمِ گل میں
جو دیکھے عشق گریاں تھی چمن میں ہر سحر شبنم

دل جلوں کی کیوں نہ ہو پر نور غم کھانے سے چشم
شمع کی روشن ہے دیکھو اشک بھر لانے سے چشم
دیدۂ بے اشک کی ہرگز نہیں قدر و بہا

ہے صدف ساں معتبر آنسو کے دُر دانے سے چشم
تجھ نگہہ کے دور پیمانے میں کیفیت کہاں
ہے تری نام خدا پر شور میخانے سے چشم
مے پلا ساقی کی آنکھوں کا نظارہ کیجئے
زور کیفیت رکھے ہے سُرخ ہو جانے سے چشم
چشم شہلا دیکھنے کا منتظر ہے اس کے عشق
جن نے حیراں کر دیا نرگس کو تبلانے سے چشم

خاطر سے غبار دھو گئے، ہم جیتا کہ ہنسے تھے رو گئے، ہم
جب دیکھا نگاہ مہر سے یار جیوں ذرہ کچھ اور ہو گئے، ہم
غفلت یہ ہونے پائے ہشیار ٹک آنکھ کھلی کہ سو گئے، ہم
تجھ عشق کے سوز میں سراپا جیوں شمع گداز ہو گئے، ہم
اس بحر پہ رو کے مثل نیساں گو اپنا نشاں ڈبو گئے، ہم
اے عشق بقول درد ہیچ ہے
کچھ لائے نہ تھے کہ کھو گئے، ہم

روح رواں کو رکھتے ہیں جس طرح تن میں ہم رکھتے ہیں یوں خیال ترا اپنے من میں ہم
آوے تری گلی سے جو یک صبح دم صبا جیوں غنچہ تب سمانہ سکیں پیرہن میں ہم
لالہ کا دل ہے داغ گریبان گل ہے چاک کیا دیکھیں آہ جاکے ترے بن چمن میں ہم
ہو داد خواہ سر پہ اڑا دیں گے حشر میں اس کی گلی کی خاک کو رکھ کر کفن میں ہم
سوز و گداز عشق میں اب صرف ہو گئے

جل کر برنگ شمع کسی کی لگن میں ہم

حیراں ہیں دیکھ تیری صورت کو یاں تلک ہم
تصویر ساں اے پیارے مارے نہیں پلک ہم

ہوں بار یاب کیوں کر خورشید رو تلک ہم
اے کاش اس کی دیکھیں جیوں ذرہ اک جھلک ہم

یہ فال آرزو ہے ایسا نہ بیٹو دیکھو
دلبر کے پھر بھی ہوں گے وابستۂ الک ہم

ہر حال میں غرض عشق داد جنوں ہے دیتی
سر پھوڑتے فلک سے ہوتے اگر ملک ہم

دل کھول کر یہ دیدۂ تر سے جو روویں ہم
طوفاں کا نام صفحۂ ہستی سے دھوویں ہم

جل عشق تار زلف میں اس رشک حور کے
دست مژہ سے اشک کے موتی پرویں ہم

بھول گئے گلشن کو بھی یاں بس کہ اے صیاد ہم
دام سے تجھ زلف کے ہونے کے تئیں آزاد ہم

غنچہ ساں تھے دل گرفتہ تجھ نسیم لطف سے
اے صبا رفتار مثل گل ہوئے اب شاد ہم

داغ دل خون جگر قسمت ہوا ہے لالہ سا
دیکھیو اے اہل وفا اس پر بھی ہیں دلشاد ہم

اڑ چلا ہے سات آہوں کے غبار جسم سب
آہ جاتے ہیں بگولے کی طرح برباد ہم

شمع ویرانے کے جل بل خاک ہونے پر نہ داغ
اس شبستاں کی حقیقت صبح کر کے یاد ہم

اے مقلد بوالہوس ہم سے نہ کر دعویٰ عشق
داغ لالہ کی طرح رکھتے ہیں مادر زاد ہم

روتا ہے ابرتر بھی کہاں جیں قدر کہ ہم اس شور سے ہے رعد بھی کب نوحہ گر کہ ہم
رو رو کے پوچھتے ہیں شہ تشنہ لب کہ آہ اے ابر العطش یہ ہے تو چشم تر کہ ہم
روتا کھڑا ہے ابر بھی اور ہم بھی زار زار دیکھیں تو وہ نکالے ہے لخت جگر کہ ہم
کہتے نہ تھے کہ صندلی رنگوں کو دل نہ دے
تو کھینچتا ہے عشق یہ اب درد سر کہ ہم

عشق سے کی یہ دل خالی نے بھر جانے میں دھوم
ڈالے جیوں کم ظرف مے کے ایک دو پیمانے میں دھوم
شور تب بستی میں تھا اطفال کے ہیچھے اڑکا
اب دوانے دل نے ڈالا جا کے ویرانے میں دھوم
دل سیہ مست جنوں ہے جب سے یوں ڈالا ہے شور
جیوں ہو فیل مست کی زنجیر کھل جانے میں دھوم
دل میں یوں آتی ہے تیری یاد اے یار عزیز
مصر میں جیوں حضرت یوسف کے تھی آنے میں دھوم
کم شمار ہوتا ہے تو ہم سے ہلال عید سا
مچ گئی دل میں تری ابرو نظر آنے میں دھوم
عشق کے داغوں نے کی ہے دل کے گلشن میں بہار
ہو گئی کیا لالہ کی یاں تشریف فرمانے میں دھوم

یاد لب میگوں میں رو رو کے بھر جام منخواری تو خونخواری ہے بن ساقی گلفام
نظارہ ترے زلف و بنا گوش کا باہم رکھے ہے عجب لطف ادھر صبح ادھر شام

نرگس نہیں چمن میں ترے دیکھنے لئے
آتی ہے بعد سال کے بن کر بہار چشم

دعد ساں نعرہ کناں ابر سے گریاں ہیں ہم
آفرینش میں غرض آہ کے ساماں ہیں ہم
جب ہوئے ذبح گیا تب دل قاتل میں اثر
اپنے نالہ سے سدا دست و گریباں ہیں ہم

چل عشق لعل لب کو ہے گوہر سے بہت ذوق
موتی لجائیں اشک کے دامن میں بھر کے ہم

ن

ہر سحر باغ میں ہمراہ صبا جاتے ہیں
عقدۂ خاطرِ گل کھول ہم آجاتے ہیں
بس ترے لطف نے ہم کو تجھ سے ہمدم؟
ہونٹ ملتے ہیں تری بات کو پا جاتے ہیں
دن نئے مہندی کے ان جو رنگیلے دلبر
دل عشاق ترے ہاتھ میں آجاتے ہیں
کھیلتا کوئی پر تیر ادا شکار آتا ہے
آہوئے دشت جو سب رو بقفا جاتے ہیں
یہ بگولا نہیں عشاق عدم سے آکر
خاک کوچہ کی ترے سر پہ اڑا جاتے ہیں
بزم ہستی میں جو ہیں گرم روِ راہِ فنا ق
شمع ساں اپنے سراپا کو جلا جاتے ہیں

جا کے میں عقدہ کشاؤں سے یہ پوچھا اے عشق
دانے اسپند کے کیوں کر کے صدا جاتے ہیں ؟

آہ بھر سوز جگر سے یہ لگے کہنے کو
دل کے جلنے کا جو کوئی پا کے مزا جاتے ہیں

بعد ہر سال کے اسپند ہو وہ آکے یہاں
آگ دے دل کے تئیں اپنے جلا جاتے ہیں

کیا سحر سامری ہے کیا خوش نگاہیاں ہیں
دل لے گیا ہے جس دم آنکھیں بھرائیاں ہیں

خورشید رو کے جب سے چہرے کی تاب دیکھا
یہ چاند کے رخ اوپر حسرت کی چھائیاں ہیں

اس طرز کیوں کھڑی ہے حیران بن کے نرگس
کس پیاری انکھڑیوں سے آنکھیں لڑائیاں ہیں

نرگس کو تب سے ہرگز دیکھا نہیں ہوں پیارے
گلشن میں جب سے تو نے آنکھیں بتائیاں ہیں

مہتاب رو کے ہاتھوں میں عشق جل رہا ہوں
آہیں نہیں ہیں میری گویا ہوائیاں ہیں

تجھ نقش پا سے زیب ہے عرش بریں کے تئیں
یہ حرف دلنشیں ہے یہ نقش اس نگیں کے تئیں

آئینہ تجھ جمال سے گر سرفراز ہو
نسبت نہ دیجے ماہ سے اس جبیں کے تئیں

محو عتاب ہو رہے مانی بھی حشر تک
کھینچے جو تیرے ابروئے پرچیں کی چیں کے تئیں

پہنچے نہ مہ جبیں کو سنوارے ہزار صبح
ٹیکے سے آفتاب کے اپنی جبیں کے تئیں

دیکھا جو چاہے دیکھے ترے ابروؤں کی شان
وقت نزول شہپر روح الامیں کے تئیں

روئے زمیں پہ تیرا تقابل نہیں کوئی
آوے اگر نگاہ میں تو حور عیں کے تئیں

اک دید کی بہا میں کرے آپ کو فروخت
اور اپنی بلکہ روضۂ خلد بریں کے تئیں

کیا وہ وعدۂ فردا قیامت اس کو کہتے ہیں
کٹے اک عمر دن بھرتی مصیبت اس کو کہتے ہیں

نظر جب سے پڑی ہے میری تصویر اس پری رو کے
ہوا ہوں محو آئینہ سا حیرت اس کو کہتے ہیں

تصور میں ہرن کی چشم کا جیوں جیوں کہ کرتا ہوں
وہ تیوں تیوں رم کیا جاتا ہے وحشت اسکو کہتے ہیں

ہے نازک گل سے وہ گلرو نگاہ گرم بلبل سے
عرق کرتا ہے گلشن میں نزاکت اس کو کہتے ہیں

گیا فرہاد دیکر جانِ شیریں خواب شیریں میں
فراغت اس کو کہتے ہیں حلاوت اس کو کہتے ہیں

نصیحت مجھ کو ترکِ عشق کی کرنے سے پچھتاوے
اے ناصح گر جو واقف ہو محبت اس کو کہتے ہیں

جو داغ عشق کے طاوس وار رکھتے ہیں
بنا کے آپ کو باغ و بہار رکھتے ہیں

تو صاف منہ یہ صبا تو خطوں کے یہ کہیو
بتاں ہمارے سے ناحق غبار رکھتے ہیں

ڈرا نے دیکھو ہم آنکھوں میں خوش نگاہو تجھے
برنگ سرمہ رسا بخت تار رکھتے ہیں

ہوا ایک دل سبھی احباب رشتہ جاں سے
رجوع امام طرف سبحہ وار رکھتے ہیں

ہمارے دیدہ حیراں مثال نرگس آہ
کسی کے دیکھنے کا انتظار رکھتے ہیں

تمہارے ہجر میں ہم اے بتانِ گلفاماں
بسانِ لالہ داغ اغدار رکھتے ہیں

وہ چھوتا نہیں اے عشق برق جس پہ گرے
بتاں یہ دل کو تبسم سے مار رکھتے ہیں

رشتہ دم سے جان ہے تن میں
منکے منکے سے تیرے سمرن میں

دیدۂ دل سے دیکھتا ہوں تجھے
سوچتا ہوں جب آئینے میں من میں

گل ہے شبنم سے آہ دین تر
بن وہ گلرو کے صبح گلشن میں

کربلا کے بگولے سارے کاش
خاک اڑاتا پھرا پھروں بن میں

گوہر آب دار کے مانند
اشک غلطاں ہیں میرے دامن میں

سرو گلزار سا سہاتا ہے
وہ مرا یار گھر کے آنگن میں

اپنی صورت کو اے شہنشہ حسن
عشق کے دیکھ دل کے درپن میں

گردشِ حال سے دانا کبھی دلگیر نہیں | مٹ جاتے ہو مقدر سے تو تدبیر نہیں
پھاڑ لیتا ہے غضب سیتے گریباں اپنا | ہاتھ ظالم کا کسی کے جو گلوگیر نہیں
گزرا عالم سے وہ دیوانہ ہے اس سے ظاہر | زلفِ دلدار میں اب نالۂ شبگیر نہیں
تو ہی فرما تو بھلا کیوں کہ نہ روؤں ناصح | چشمِ عاشق ہیں یہ کچھ دیدۂ تصویر نہیں
گئے وہ دن کہ دلوں بیچ اثر کرتے تھے
مطلقاً عشق کے اب نالوں میں تاثیر نہیں

کی نہ بہار آرزو غنچہ دل نہ گل کیا | ہنس کے کبھو وہ خوش دہن دو سخن کیا نہیں
کون سے خوش دہن کے تو فکر میں گم ہوا تھا دل | آج تلک کسی نے بھی حل یہ سخن کیا نہیں
دل یہ ہے عشق خار خار خاطرِ آ مری کرو
آج تلک تو مجھ سے بات غنچہ دہن کیا نہیں

عاشق ہوئے ہیں جب سے ہم خود سے جا رہے ہیں | بیدرد ناصحوں نے ناحق ستا رہے ہیں
فصلِ بہار میں ہم کیوں کر نہ ہوویں دیوانے | گل چاک کر گریباں دھومیں مچا رہے ہیں
پھر آونے کا وعدہ تم کر گئے ہو ہم سے | پیارے تمہاری رہ پر آنکھیں لگا رہے ہیں
اے ابر تو برستا اور ہی طرف چلا جا | امڈے ہیں غم کے بادل سو ہم بھگا رہے ہیں
دل کھول ٹک جو برسیں ارض و سما ڈبا دیں | مژگانِ تر کے ظالم وہ ابر چھا رہے ہیں
یہ عشق نہیں ہے برعکس جا دیکھ لے چمن میں
آغوشِ زمیں عدم سے آنکھیں دکھا رہے ہیں

جو شمع بزم کی شب زاریاں ہیں | اے پروانے تری غم خواریاں ہیں

تغافل سے دل عاشق لبھاتا ۔ بتوں میں کس قدر عیاریاں ہیں
یہی ڈر ہے نہ روز وصل ہو خواب ۔ شب ہجراں میں جو بیداریاں ہیں
یہ مینہ میں، آہ پیغمبر کے غم میں ۔ فرشتوں کی فلک پر زاریاں ہیں
گل لالہ بہاروں میں نہیں عشق
جنوں کے داغ کی گل کاریاں ہیں
نہیں دُرِ اشک کے لینے کی کسی کو خواہش ۔ ہائے تیرے جگ میں کوئی اہل نظر ہے کہ نہیں
شمع محفل تھی یہ عشق نے پوچھا اک رات ۔ تجھ کو پروانے کے جلنے کی خبر ہے کہ نہیں
جل کے یہ کہنے لگے میں تو ہوں در سوز و گداز ۔ مگر اس وقت ترا ہوش ادھر ہے کہ نہیں

محو دیدار ترے حسن کے ہو جاتے ہیں ۔ تاب آئینے تجھے دیکھ کے کب لاتے ہیں
اپنی صورت سے خفا ہیں تری وحدت کی قسم ۔ دیکھ آئینے کو از بسکہ دوئی پاتے ہیں
نہیں واقف ہے دل صد چاک کے کوئی بھید سے یار ۔ ہم سے یہ بخت کسی زلف کے کھلاتے ہیں
نہیں لالہ دل رنگین عدم سے آ کر ۔ داغ دل باغ میں دل کھول کے دکھلاتے ہیں
گر نہیں عشق کے مائل تو یہ کیوں ہو کہ اں
تیرے کوچہ میں اسے دیکھ کے بل کھاتے ہیں
مجھ کو ترے فراق سا یہ کوئی غم نہیں ۔ تجھ بن اگر بہشت ہو دوزخ سے کم نہیں
بن دل کے چشم زار ان آنکھوں میں نم نہیں ۔ تصویر یار سے مرادونا بھی کم نہیں
غفلت کا دم تو عین ہے ہستی کی دید کو ۔ مثل حباب آنکھ جو کھل جائے ہم نہیں
سمرن ہے اس کے نام کی نت منکے منکے سے ۔ غافل صنم کی یاد سے ہم ایک دم نہیں
کرتے ہیں عشق جس کی پرستش یہ برہمن ۔ وہ سنگ آستاں ہے کسی کا صنم نہیں

ہو کے طالع کی رسائی سے غبارِ دامن
پشت پا سے ترے دیکھا سر و کارِ دامن

ہے مرے مدِّ نگہ تارِ گریبانِ یار
رشتۂ جاں ہے مرا صرفِ نگارِ دامن

زور جھلکے ہے کنارے ترے بجلی کی طرح
زرق اور برق ستی دو دو کنارِ دامن

ہے مری قوتِ کلیجے کی نہیں سرخ سنجاف
ہوں رنگیلے کا تہ دل سے نثارِ دامن

چھینٹ گل کار کی پہنے ہے گل اندام قبا
رشکِ گلزار سراسر ہے بہارِ دامن

لختِ دل گرنے لگیں روئے زمیں پر جو مگر
ابر ساں کیجے جب رو کے فشارِ دامن

عشق کی خاک ہے اے شوخ تری دامنگیر
مت دے برباد جھٹک کر تو غبارِ دامن

سرخوشی اس کے نین سے ہیں میخانے میں
ایک عالم کا لیا ہوش دو پیمانے میں

لبِ شکر تلخ ہوں پھر سے کہ حاصل ہے تجھے
سو حلاوت تری ہر بات کے فرمانے میں

کہیو خود بیں سے کہ آئینہ میں تنہا مت بیٹھ
خطرِ آسیب کا رہتا ہے پری خانے میں

زور تقریب بنا راحتِ جاں سے شب کو
عرضِ احوال کیا اپنے میں افسانے میں

عشق روشن تھا وہاں دیدۂ آہو سے چراغ
میں جو یک رات گیا قیس کے کاشانے میں

خیالِ گلبدن آ کر بسا ہو جس کے پہلو میں
وہ بوئے غنچۂ گل کو نہیں گنتا کسی بو میں

تعجب نیں ہے اسکی آب سے بوئے گلاب آئے
پڑے گر عکس اس گلرو کے رو کا جب لبِ جو میں

مقابل ہو ہمارے کب تقلیدی سے کیا طاقت
ابھی ہم محو کر دیتے ہیں آئینہ کو اک ہو میں

ہے کس کے زلف کا سودا تجھے اے عشق بتلا دے
ہمیشہ عطرِ عنبر کی سی بو آتی ہے تجھ خو میں

باغِ جہاں میں سرو سا گردن کشیدہ ہوں
دامن تعلقات سے عالم کے چیدہ ہوں

اس قافلہ کو نالہ سنانے کا ذوق نیں — مثل جرس کے میں نہ وہاں دریدہ ہوں
نیں بھولنے کا مثل جرس کی فغاں کے تئیں — نالاں ہوں دل گرچہ لبِ آرمیدہ ہوں
بسمل ہوں دل فگار ہوں اور جا بلب ہو آہ — صورت عیاں ہے نالہ کی حلق بریدہ ہوں
رکھتا ہوں اس لئے دل سوزاں و چشم تر
جیوں شمع درد داغ سے عشق آفریدہ ہوں

اشک اور آہ کے ہمراہ چلا جاتا ہوں — شمع سا کچھ تو جلا کچھ تو بہا جاتا ہوں
وصل خورشید جہاں تاب ہے منظور مجھے — بن پر و بال کے شبنم سے اڑا جاتا ہوں
مو کمر کے غم ہجراں میں یہاں تک ہوں نحیف — مژہ مور کے سایہ میں سما جاتا ہوں

گر چاہتا ہے عزت اے یار ہر نظر میں — مثل نگین خاتم قانع ہو بیٹھ گھر میں
جیوں کبر دل ہمارا آتش کو پوجتا ہے — گلنار دیکھ جامہ اس شعلہ خو کے بر میں
مژگان تر جو برسیں نیساں کے ساتھ میرے — جیوں اشک ہو روانی ہر دانہ گہر میں
آب رواں کے دیکھے ہوتا ہے عشق سرخوش
تیرا مکاں معین شاید ہے چشم تر میں

یہ نخل تاک نیں مِلکِیش ترے جب مست ہوتے ہیں
چمن میں اینڈتے انگڑائیاں لے لے کے سوتے ہیں
ترے عشاق کاردست کو کرتے ہیں آنکھوں سے
گہر آنسو کے کس صفت سے مژگاں میں پروتے ہیں
سفیدی کچھ جو تھی سو بھی مٹی ہیہات رونے سے
سیاہی نامۂ اعمال کی کیا خاک دھوتے ہیں

گئے گزرے نہیں ہیں عشق دیوانوں سے کچھ ہم بھی
وہ اپنی سدھ بسرتے ہو میں گئے ہم خود کو کھوتے ہیں

قصور فہم سے شاعر یہ کیا تعریف کرتے ہیں
مثال سرو وے قامت کو اس کے نام دھرتے ہیں

بسانِ نکہت گل دوش پر بادِ بہاری کے
گلی سے یار کے ہم صبحدم اکثر گزرتے ہیں

چمن میں کم دیکھو قمری کب رکھے شمشاد کی پروا
قبائے سبز بر میں یہ سبھی قد جب پہرتے ہیں

برنگ گل گریباں چاک اٹھینگے صبح محشر میں
ہوا خواہی میں جو اس غنچہ لب کے بھی مرتے ہیں

نہ یہ باد صبا ہے نے نسیم صبح گاہی ہے
سحر بلبل ہوائے گل میں آہیں سرد بھرتے ہیں

شور جنوں سے جن نے نمک سا کیا نہیں
اس کے تو کچھ کباب جگر میں مزا نہیں

شبنم نے دھوئی ہر یک شب کو کہ سحر؟
لالہ کے دل کا داغ ذرا بھی مٹا نہیں

کیا جانے حسن و عشق کی وہ آب و تاب کو
ہیہات ہیچ جن نے کبھو مے پیا نہیں

چشم ہوس سے بحر تو ہم میں دیکھ لے؟
پھر کیا ہے گر حباب کے سر میں ہوا نہیں

ہنستا ہوں اس کے بے مزہ رونے پر عشق میں
آنکھوں سے جس کے لخت جگر کا گرا نہیں

میں وہ میکش ہوں نہ پیمانہ نہ مینا سمجھوں
گردش چشم سیہ مست کو صہبا سمجھوں

میں دِوانہ ہوں ان آنکھوں کا یہاں تک بخدا
چشم خوبوں کے تئیں نرگس شہلا سمجھوں

دلِ پژمردہ سخن سے جو بتاں زندہ کریں
بخدا ان کا تکلم دم عیسیٰ سمجھوں

شمع سا عشق میں ہوں تو بقول عزلت
کہ نہ جلنے کو پچھانوں نہ تماشا سمجھوں

شبنم سے صبح غنچہ گلوں کے وضو کریں
اس خوش دہن کی چاہ میں جو کچھ گفتگو کریں

کھولے گلوں کے کان صبا تند ہو جو ہم — آہستہ جا کے باغ میں غنچوں کو بو کریں
میرے دلِ شکستہ کو پیوستہ پائیں گے — وہ کان شیشہ گر میں اگر جستجو کریں
اندھے ہیں جو علیؑ کے منور جمال بن
دیدار کبریا کی جو عشق آرزو کریں

یاں تک ہے جی میں روئیے اب بیٹھ کر کہیں — رہنے نہ پائے نام کو لختِ جگر کہیں
کر غور عشق نے دہن تنگ لب شکر — پایا دہانِ حور سے بھی مختصر کہیں
گل بن چمن میں دہر کے اب تک نہیں برآئے — رنگین دل اُٹھے ہزاروں نظر کہیں
کوئی جگہ نہیں اس صنم کے رخ و زلف کے سوا — باہم نہ دیکھا ہوئیگا شام و سحر کہیں
دیدار مہروش کی مجھے آئے کیوں کہ تاب — خورشید پر ٹھہرتی نہیں ہے نظر کہیں

میں ہجر شعلہ خو میں جو زِ دل سے آہ بھرتا ہوں — مجھے صبر و شکیبائی نہیں جل جل کے مرتا ہوں
برنگ غنچۂ گل نالۂ بلبل سحر سن کر — نپٹ بیتاب ہو دل کا گریباں چاک کرتا ہوں
کرے ہے خوف جیسا ساحروں کے موٹھ کا مارا — تری جادو بھری آنکھوں سے تکتے ہوتے ڈرتا ہوں
تیمم سے مرادِ عشق کیا ہے کوئی سمجھتا نیں
ہے اظہارِ قصور اپنا عبادت خاک کرتا ہوں

یہ شاخ گل ان مہندی بھرے ہاتھوں پہ واریں — گل مہندی کے بھی گردنیں جن آگے بہاریں
گلگشت کو آئے دلِ رنگیں عدم سے — گلشن میں سنی جاتی ہیں بلبل کی پکاریں
کوڑی کو نہ لے مول کوئی دخترِ رز کو — گر خونِ کبوتر کو ہم آنکھوں سے اتاریں
اے اہلِ نظر ابر کے وہ لختِ جگر ہیں — او کالی ہے بارش میں برستی ہیں جو کاریں
اے عشق مرے دل کو ذرا ترس نہ آئے — یک سر سے اگر ناصحوں کی گردنیں ماریں

خلوت سرائے دل میں جسے راہ ہے نہیں وہ محض بے خبر ہے حق آگاہ ہے نہیں
کرتی ہے اس کی خاک کو کب باد ہی قبول تیرا جو کوئی دل سے ہوا خواہ ہے نہیں
کیجے خدا سمجھ کے اسے جس کی بندگی کافر بتوں میں ایک ہے دلخواہ ہے نہیں
ڈھونڈا اس کو عشق آپ میں پایا بقول درد
بیرون در تو اپنی قدم گاہ ہے نہیں

مجھ دل کے گلے پڑیاں تجھ زلف کی زنجیریں
کچھ پیش نہیں جاتیں تقدیر سے تدبیریں
یہ موقلم تصویر اب تک بھی پریشاں ہے
مانی نے جو کھینچی تھیں تجھ زلف کی تحریریں

ہرگز ہی گل پہنچ نہ سکے اسکے رو کے تئیں اور عطر گل بھی اس کے پسینہ کی بو کے تئیں
صبحی کھڑے ہیں تیری صبوحی کے منتظر گل لے کے جام غنچہ اٹھائے سبو کے تئیں
اے خوش دہن نسیم وصبا سے کریں ہیں ذکر صبحی چمن میں غنچہ تری گفتگو کے تئیں
پیوستہ دل تو باندھ کے رکھو گرہ کے بیچ گوہر کی طرح کر کے جتن آبرو کے تئیں
بھڑکے ہے ایسا ہم پہ کہ جیوں شعلہ گاہ پر
اے عشق دیکھ گاہ غضب تند خو کے تئیں

وہ قاتل قتل کو میرے اٹھا تھا تیغ ابرو لے
مری دشمن بھئیں وہ زلفیں جو اس کے پاؤں پر پڑیاں
صبح اس کی کیوں نہ خوش چشموں کے دل کی آنکھ میں کھب جا
چلا آتا ہے ہاتوں بیچ نرگس کی لئے چھڑیاں

کبھو نالوں سے مثلِ خاک ہم برپا کرتے ہیں
کبھو رو رو دلِ محزوں کی خاطر شاد کرتے ہیں

حلاوت کیا مزے کی ہے دلِ ناشادِ عاشق کو
شکر لب ترش رو ہو گالیاں دے شاد کرتے ہیں

تیغ قاتل سے مرا جی نہیں ہوتا ہے سیر
گرچہ ہوں شمع کی مانند سراپا گردن

جو بہانہ کرے اس راہ میں سر دینے کو
جی میں آتا ہے اسے مار ہیے لیجا گردن

محتسب مے ہو مرے پاس کہاں شیشہ میں
آب ہو گئی ہے پری شرم سے یاں شیشہ میں

جلوہ گر دل میں ہے یوں آپ پیمبر کی ولا
مئے گلرنگ ہے جس طرح عیاں شیشہ میں

متصور ہے تجھے دل کا صفائے عالم
بادۂ صاف کو دیکھوں موں جہاں شیشہ میں

مجھ کو پروائے شراب عشق نہیں ہے کہ مدام
مئے الفت ہے بھری دل کے یہاں شیشہ میں

فردیات

یہ چشم تر کہو یا ابر تر یہاں کہ وہاں
کیا ہے درد نے میرے اثر یہاں کہ وہاں

ہوا حالِ بزم ساقی نپٹ ہے خراب تجھ بن
دلِ شمع جل کے یک لخت ہو گیا کباب تجھ بن

سراپا جل گیا جیوں شمع سودا اسکو کہتے ہیں
کیا داغ جنوں نے کل تماشا اسکو کہتے ہیں

کہتے ہیں مرتے مرتے ہم دل کا راز جاناں
حالت میں نزع کے آ کر فرسراز جاناں

خوش قد جو عدم سے نئے گلگشت کو آتے ہیں　گلشن میں زمانے کے وہ سرو کہاتے ہیں

چمن کے بیچ جو شبنم کے قطرے ہر سو ہیں　عدم میں روتے ہیں بلبل یہ ان کے آنسو ہیں

اے عشق من عقیق منقش ہے دل مرا　یہ وہ نگین ہے کندہ ہے جس پر حسن حسین

مے گلابی غنچۂ گل پیمانہ اور شبنم شراب　زور کیفیت ہے بوجہ صبح میخوار چمن

برنگ سرمہ نازاں کیوں نہ ہوں بخت سیہ اوپر
مجھے آنکھوں میں دیکھو خوش نگاہاں یار دیتے ہیں

سودائے وصل گر ہے جاناں سے ایک بار　بیعانہ بیچ دیجئے دونوں جہاں کے تئیں

چمن میں آ گئے خوباں سوئے خواب استراحت میں
جسے کہتے ہیں سنبل ان کے وہ موئے پریشاں ہیں

مرے بن چھری ذبح کرتے ہیں دل کو　ترے چشم خونیں کی ظالم نگاہیں

خبر اس خاکسار عشق کی کیا پوچھتے ہو گے
پھرے ہے جوں بگولا خاک اڑاتا سرا بن میں

و

نہیں چھوڑنے کا ہاتھ سے دل زلفِ یار کو — ہر چند بوئے مشک مضر ہے فگار کو
در بند اس چمن کا ذرا کھول باغباں — کر دفع اس خلش کی مرے خار خار کو
البتہ ہات کاٹ کے عبرت کے واسطے — لیجائے باندھ دیکھو درخت چنار کو
اے عشق دیکھ آنکھیں لگاتے ہیں خوش نین
جب شوخ چشم پہنے ہے نرگس کے ہار کو

گفتگو بھاتی ہے وہ ہے تجھکو جسمیں شور ہو — ہے تری بہکی نصیحت جا اے ناصح دور رہو
کب سماؤں پیرہن میں گل کے مانند نسیم — اس کے کوچہ تک تجھے جانے کا گر مقدور ہو
اپنی آنکھوں پر نظر کر ہاتھ لے کر آرسی — سیر نرگس کی اگر اے خوش نین منظور ہو
وہ مرا خوش چشم جاتا ہے چمن کی سیر کو — اس کے تئیں یارب جو دیکھے چشم نرگس کور ہو
جام ساں چشم توقع ساقی کوثر سے ہے — یاد الفت سے یہ مینائے دل معمور ہو
میکدہ کی گر مسافت کیجیے طے میکشو — آبلہ پا کا عجب نہیں دانۂ انگور ہو
عشق مردم کا خدا حافظ ہے ڈوبیں یا تریں
چشم کا سنگم اگر اشکوں ستی بھرپور ہو

ہو کیوں عشق خونیں اشک میرے رشکِ گلمندی — حنائی خواب میں دیکھا ہوں گل رو کے کف پا کو
کہا خورشید سیر چاندنی کرنے کو نکلا ہے — شب مہ میں کیا نظارہ جو اس مہر سیما کو

وہ اپنی رو سفیدی کو سمجھتے ہیں رو سیاہی کو — ندامت جن گنہگاروں کی آتی عذر خواہی کو
نمایاں ہے شفق پر شام داماں فلک اوپر — وہ گاڑے کے شہیدوں کی شہادت کی گواہی کو

چمن میں دیکھنے نرگس نے تیری خوش نگاہی کو پلک کا مارنا بھی چھوڑ گئی وہ مارے حیرت کے
خطر یہ ہے مبادا اشک کا طوفان رو دیوے
بیاں گر عشقؔ کیجے کشتۂ دل کی تباہی کو
ہلال آسا جو اس خورشید رو کی تاب دید آئے
ہمارے ہر بن مو سے تب ایک ایک آنکھ پیدا ہو
اِدھر بلبل گزر جا گل سے اُدھر گل گلستاں سے
جو تو گلزار سے گزرے عجب ہنگامہ برپا ہو
شبستاں میں کہوں گر عشقؔ ہجر شعلہ رو کا غم
مرے ہر روم سے جلتی زباں جوں شمع پیدا ہو

غم مرا دشمن جانی ہے کہو یا نہ کہو | میرے آنسو کی زبانی ہے کہو یا نہ کہو
رات پروانہ کے ماتم میں گداز دل سے | شمع کی اشک فشانی ہے کہو یا نہ کہو
غنچۂ گل کے تئیں دیکھتے ہی ہم نے کہا | دلِ پُرخوں کی نشانی ہے کہو یا نہ کہو
ماتھا گھسنے سے مرے جو جبیں کے در پر | صبح کی اُجلی پشانی ہے کہو یا نہ کہو
میت عشقؔ کا گر دیکھو رُخ نورانی
مغفرت کی یہ نشانی ہے کہو یا نہ کہو

چشم انصاف کے جوہر کو مکدر نہ کرو | دانۂ اشک کو گوہر سے برابر نہ کرو
گریۂ ابر ہے بس گو دغریبوں اوپر | اب خدا واسطے کوئی چشم کے تئیں تر نہ کرو
مشک و عنبر سے وہ دنرات مہکتی ہے پری | عطر خوشبو سے بتو زلف معطر نہ کرو
دور دامن کا نہ ہو جائے کہیں گرد آلود
اے بتو عشقؔ کا دل خاک برابر نہ کرو

بس خراماں باغ میں خوش قد کے تئیں پاتا ہے سرو
بادسے ہلتا نہیں ہے وجد میں آتا ہے سرو

عالم بالا سے اتری ہے تری خوش قامتی
جس کی رعنائی کے آگے فرش ہو جاتا ہے سرو

آہ ساقی بن چمن میں غم دد بالا رو دیا
شیشۂ پُر زہر سا ہم کو نظر آتا ہے سرو

جب مرا سرو رواں تشریف فرماتا ہے عشق
باغ سے اٹھ اس کے استقبال کو آتا ہے سرو

آغوش میں کھینچے ہے بتوں کے کف پا کو　　کیا دست رسی ہوئے زیادہ اس سے حنا کو
شانے کے نصیبوں کی دیکھو دست درازی　　تھا پنجۂ کوتاہ لگا زلف رسا کو
پروانے کے ماتم میں جلی صبح تلک شمع　　ٹک دیکھو تھا جب نظر اس کی وفا کو
اے عشق ہے نیرنگی طاؤس وہاں گرد
ہر رنگ میں نظارہ کیا اس کی جفا کو

دل حیراں پہ تغافل سے نہ بیداد کرو　　بے حجاب اس سے مل آئینہ رخو شاد کرو
مجھ سے ناشاد کی خاطر اے بتو شاد کرو　　آرسی دیکھ کے حیرت کو مری یاد کرو
بات گم ہو نہ کہیں ہم کے چوراہے کی　　عاشقو آہ و فغاں نالہ و فریاد کرو
عشق اسی شکر حلاوت میں شکر جانیے گا
ایک بوسہ لب شیریں سے جو امداد کرو

تو دام کرنے چاہے گر آہوئے خطا کو　　ٹک دور سے دکھا دے اس چشم سرمہ سا کو
وہ دست و پا حنائی اور سرمئی وہ آنکھیں　　پھر سے پیوں اپنے پس بخت نارسا کو

اس کے ہزاروں دل سے شیدا ہیں اور والہ
گل نے تری اڑایا ہنسنے کی اک ادا کو

کیا سرکشی سے ناداں نقش و نگار پر ہے
ٹک کیجیو سیر نوا دیکھ طاؤس زشتِ پا کو

جل جل کے جانگدازی غم میں پتنگ کے کی
صد فریں و تحسیں اس شمع کی وفا کو

محفل میں شمع رو پر کر عشق جاں فشانی
دکھلا دیا پتنگا الفت کی انتہا کو

خورشید رو کے جہر کی جس پر نگاہ ہو
طالع اسی کا خلق میں رخشندہ ماہ ہو

دشمن ہیں دین و دل کے بتاں دیکھ بے خبر
اس طرح کیجو ربط کہ جس میں نباہ ہو

ہرگز نہ عیب تحسن کہیے کسی کے منہ پہ صاف
گر آئینہ مرا دل روشن نگاہ ہو

رہتا ہے دل تو اسکے زنخداں کے چاہ بیچ
نہیں ہے بعید اس کو بھی گرِ دل کی چاہ ہو

آساں صراطِ حشر سے ہو ایک پل میں پار
گر ساتھ عشق عاصی کے فضل الٰہ ہو

سکھایا ناز سے تو مسکرا کر
تبسم کی ادا گل کی کلی کو
ہوا نے سر سے بہرد رد سر عشق
کسی کے دیکھ حسن صندلی کو

وہ خوش خرام جو گلشن میں جلوہ فرما ہو
نہال ہونے کو شمشاد اس کا سایا ہو

ہوا ہے دل سے مقابل گر ایک آہ بھر میں
تو منہ دکھانے سے آئینہ سخت رسوا ہو

یہ مادمن ہستی پہلو تہی کرے دم میں
وہ جس کی چشم بسان حباب بینا ہو

شکست نفس سے ہو ویگا عشق تو کچھ اور
کہ جیسے خود شکنی سے حباب دریا ہو

فردیات

خوش قد سے میرے دعویٰ قیامت نہ کیجیو
اظہار اپنی سرو حماقت نہ کیجیو

میں دیکھا انتظاری میں ترے ہر شام بلبل کو
گھڑی صحن چمن میں کر کے روشن مشعل گل کو

آنسو لہو کے رو گئے اعضا تمام سرخ
اس غرق بحر اشک کو مرجان نہ بوجھیو

ہو گل بلبل تبھی بلبل پہ بلبل پھول کر گل ہو
ترے گر گلبدن بر میں قبائے چشم بلبل ہو

دوئی کو اس کے کھو دے پھر اسے خود سر نکالے ہے
مقابل جسکے ہو جا عشق کا آئینہ اللہ ہو

ھ

لا سکے کیوں کہ تری تاب نظر آئینہ
دیکھتی ہے تجھے ہو دیدۂ تر آئینہ

بدگمانی سے تو اس کو مکدر نہ کرو
صافیٔ دل ستی ہے ایک نظر آئینہ

بھر گیا عکس وہ خورشید جبیں کا اس میں
اے بنا نام خدا رشک قمر آئینہ

خاکساری ستی مٹ جائیگا سب دل کا غبار
کس قدر پاک ہوا خاک سے بھر آئینہ

دل سے رہتے ہیں طلبگاہ صفا صاحب حسن
عشق خوبوں کا ہے منظور نظر آئینہ

علی حق کا صفت ذات ہے اللہ اللہ
حق کے پیوستہ علی سات ہے اللہ اللہ

صورت معنی موجود علی سے ہے جلی
علی وہ کشف خفیات ہے اللہ اللہ

علی بے شبہ و لاریب لسان اللہ ہے   سخن حق علی کی بات ہے اللہ اللہ
شام سے صبح تلک ذکر علی ہو جس رات   کیا بڑی قدر کی وہ رات ہے اللہ اللہ
دم آخر بھی مرا یاد علی میں نکلے   میری ہر دم یہ مناجات ہے اللہ اللہ
عشق کے دل میں پڑا مہر علی کا پرتو
یہ بھی ایک داخل ذرات ہے اللہ اللہ

مئے الفت سے بھرا دل کا یہاں ہے شیشہ   ورنہ مجھ پاس کہاں بادہ کشاں ہے شیشہ
یہ بھری مئے سے وہ معمور محبت سے رہے   دل عشاق کا ہمراز نہاں ہے شیشہ
اتنا ڈرتے ہو جو تم دل شکنی سے آپ تو   ایک بازار میں شاید کہ گراں ہے شیشہ
زاہد خشک تری موت کا غمخوار تھا   مرگ مستوں پہ سدا گریہ کناں ہے شیشہ
ہوں مئے عشق سے سرشار بقول سودا
جام کیدھر ہے مرے پاس کہاں ہے شیشہ

زاہد نہیں مسجد سے کم حرمت میخانہ   مستوں کی جماعت میں محراب ہے پیمانہ
کیوں زلف تری الجھی رہتی ہے اے جانانہ   حاضر ہے دل صد چاک درکار ہو گر شانہ
دیکھے جو تری صورت ہو جائے ہے دیوانہ   ہے عکس سے تجھ رخ کے آئینہ پری خانہ
اس دل کا مرے جلنا رکھتا ہے وہ کیفیت   دیکھیگا جو پروانہ ہو جائیگا مستانہ
اک نقد نگہ پر عشق بکتا ہے تو کر سودا
دے پھر خریداری دیدار کا بیعانہ

گئے کیوں اشک اور لخت دل یوں رائگاں سچ کہہ
ہوئے کیدھر کو گم لعل و گہر کے قدرداں سچ کہہ
کمر تیری کو مو کہیئے تو پیچ و تاب کھاتے ہیں

گر زنّار ہوگا یہ بارِ سخن اُس پر گراں سچ کہہ

کہیں باریک ہے تارِ نگہ سے بھی کمر تیری
نظر آوے ہمیں کس طرح اے نازک میاں سچ کہہ

ہماری راست باتوں کو جو تو جھوٹی سمجھتا ہے
یہ نادانی سے ہے یا جان بوجھ اے بدگماں سچ کہہ

ہوا تھا اس طرح کا اتفاق اک رات مجلس میں
میں پوچھا شمع سے تو اپنے جلنے کا بیاں سچ کہہ

کہے روشن دلوں سے عشق میرا بھید نیں مخفی
چھپی ہے تجھ سے میرے سوزِ دل کی داستاں سچ کہہ

ہے یادِ رخ سے ترے دل گلاب کا شیشہ
خیالِ چشم سے گا ہے شراب کا شیشہ

مبادا آہ سے ٹوٹے دلِ ہو چکنا چور
کہ پھوٹتا ہے ہوا سے حباب کا شیشہ

لہو کا پانی ہوا تپش کا نام ہے آنسو
بھرا ہے جس سے یہ چشم پُرآب کا شیشہ

گلابی پوش کو لے جا کے نذر دے اے عشق
ہے تیرا یہ دلِ پُرخوں شراب کا شیشہ

گر میرے خوش نین ستی نرگس ملائے آنکھ
ہرگز زمیں سے پھر نہ کبھی وہ اٹھائے آنکھ

نرگس نہیں ہے اس ستی نمناک صبح دم
خوش چشم بن بہار کے آنسو بھرائے آنکھ

اشکوں کے سیل بیچ یہ مثلِ حباب ہے
روتے ہی روتے ہائے کہیں بہہ نہ جائے آنکھ

روزِ جزا میں ہوں گے دُرِ بے بہا وہ اشک
آلِ نبی کے غم میں جو آنسو بہائے آنکھ

غفلت سے وا ہو خواب میں گر مہر رو کے عشق
دیدار کی جو دولتِ بیدار پائے آنکھ

ی

کیا نام خدا یار تری خوش دہنی ہے / جس رشک سے دل خون عقیق یمنی ہے
ہے ہاتھ میں گل پاؤں میں کانٹے کی انی ہے / دیوانہ بہاروں میں تری زور بنی ہے
کر یاد ہنسی اسکی میں رویا تو ہر اک اشک / خوش آب عجب طرز کا در عدنی ہے
یاں طبع میں باریکی وہاں موے کمر ہے / یاں خاطر نازک وہاں نازک بدنی ہے
بو عطر گریباں کی ملی مجھکو سو معلوم / کوچہ کی ترے خاک عبیر کفنی ہے

نیں نامۂ اعمال سیہ ہونے سے اے عشق
حامی شفاعت تو رسول مدنی ہے

صفحہ پر کب چمن کے ہوا سے غبار ہے / یہ اپنے سر پہ خاک اڑاتی بہار ہے
شبنم کا کچھ نہیں گل نرگس اوپر اثر / یہ دیکھ لو بہار کی چشم اشک بار ہے
یہ شاخ گل پہ غنچۂ گل سے بہار کا / یارو دل گرفتہ دیکھو آشکار ہے
ہوتا ہے گل کی طرز سے اظہار اسطرح / یہ پارہ پارہ دامن جیب بہار ہے
گلشن کے بیچ یہ گل صد برگ نیں ہے زرد / اے عاشقو بہار کا رنگ عذار ہے
گلشن کے بیچ کہتے ہیں یہ جسکو لالہ زار / سو تو بہار کا جگر داغدار ہے
پتھر سے مار مار کے سر روتی ہے بہار / جس کو چمن میں کہتے ہیں یہ آبشار ہے
یہ حال خستہ دیکھ چمن میں بہار کا / حسرت سے میرے دل کے اُپر خار ہے
گلشن کی طرح سے تجھ رنگینیوں کے بیچ / ہے خوشنما وہ جیب کہ جو تار تار ہے
صد چاک گل کا ان کے ہوا جیب پیرہن / یہاں تک تو بر اثر سے فغاں ہزار ہے
اک بلبل اسیر سے پوچھا میں کس لیے ق / آنے کا فصل گل کے تجھے انتظار ہے
کہنے لگی وہ عقدۂ خاطر کو کھول کر / گل گل شگفتہ ہوں ہیں سنوں جو بہار ہے

آنکھوں سے دل کے دید کو مانع نہیں نفس
عاشق کو عین ہجر میں بھی وصل یار ہے

اس شمع رو پہ دل سے تصدق ہے بلکہ عشق
پروانہ وار جان سے ہر دم نثار ہے

صورت کا اپنی یار پرستار تھا کبھی
آئینہ دل اس کو جو درکار تھا کبھی

یہ دل ہے تیغ ابروئے خمدار کا شہید
اس کا گواہ دیدہ خمدار تھا کبھی

مالک ہے میرے دل کا خدا تجھ سے اے صنم
پیوستہ بندگی کا جو اقرار تھا کبھی

ظاہر میں گرچہ کفر سے منکر ہوا ہے شیخ
پوشیدہ اس کی سبحہ میں زنار تھا کبھی

تجھ خط کی یاد میں دل حیران عشق کا
در نجف کی طرح سے مودار تھا کبھی

پیام آشنا نسیم صبح میرا جا کہو گل سے
خطر کر اشک شبنم سے حذر کر آہ بلبل سے

عنادل میں نقیب اور فوج گل جیدھر نظر کیجے
بہار آئی چمن میں عشق کچھ زور تجمل سے

شہ حسن اب جلو میں لے سپاہ ناز آتا ہے
تفاوت سے کھڑے ہو کہہ صبا جا کر صف گل سے

صدا بھاتی ہے تیری ہم کو لیکن ذرا رہ جا
اے مد تو کہو مینائے مے کو شور قلقل سے

بیکس گریہ لیجاوے کہ اس میں سو دے اس کا
بہت سے تشنہ لب ہوویں گے اس طرز تغافل سے

وہ شوخ گلستاں میں جب جلوہ گر آتا ہے
گل اس کے تصدق کو لے مشت زر آتا ہے

بو گل کو کرے ساقی گر کھینچے گلاب اس سے
اور پیجے اگر اس کو مے کا اثر آتا ہے

کھوتا ہے خودی اپنی کچھ اس مے کی کیفیت
میخانے میں جو جاوے ہو بے خبر آتا ہے

اے آہ تو جا کہنا کہیں اور طرف برسے
امڈا ہوا ادھر کیوں اے ابر تر آتا ہے

بیدار ہو طالع شب ہجر کی ہوئی روشن
مجھ کلبۂ احزاں میں بے شک قمر آتا ہے

تو گرچہ نمایاں نہیں قدرت کا ترے جلوہ
جیدھر کو نگہ کیجے اودھر نظر آتا ہے

یاقوت بدخشاں سے دریا سے دُرِ و مرجاں
اور عشق کی آنکھوں سے لختِ جگر آتا ہے

نام نرگس کا جہاں آیا ہے
آنکھیں اس شوخ نے تبلایا ہے

نہیں بے وجہ لے روشن گہرہ
آئینہ نے جو صفا پایا ہے

دیکھنے کا ترے مشتاق ہو جان
شوق سے آنکھ میں جی آیا ہے

کیوں نہ ہو شاد سکندر کی روح
آئینہ دیکھ تو اترایا ہے

نہ یہ کہتے ہیں خوش آرسی ہم
دل تجھے دیکھ کے جی پایا ہے

ہے تکلم ترا اعجاز مسیح
حق نے سنتے تجھے سود کھلایا ہے

بوجہ شمشاد سعادت اے عشق
شانہ خوش قد کے لئے لایا ہے

اشک گلرنگ کی یاں بس کہ گل افشانی ہے
غرق خوں رشک سے ہر لعل بدخشانی ہے

جوشِ گریستی اب اشک کی طغیانی ہے
دل بیتاب مرا کشتیٔ طوفانی ہے

دل میں ہوستہ ہے ازبسکہ ترے زلف کی یاد
اشک جو چشم سے گرتا ہے سلیمانی ہے

واں شکر قند سے گل جھڑتے ہیں شیریں لب کے
یاں بھی داماں میں اشکوں کی در افشانی ہے

کن نے غارت کیا آ باغ کی جمعیت دل
گل کے تئیں جامۂ اوقات پریشانی ہے

اشک تو نور بصر دل کا ہے اے اہل نظر
دانۂ گوہر اگر قطرۂ نیسانی ہے

عشق کے بھید کو کہہ دیتے ہیں یہ طفل سرشک
فاش ہو جائے ہے وہ راز جو پنہانی ہے

رستم ہزار عزم کی گو تاب ـــــ لا سکے
پر اس کے تیغ ابرو کے سن کھ نہ جا سکے

قدرت کسے کہ بھید کوئی اسکے پا سکے
جس کی سکت سے ذرہ میں سورج سما سکے

قدرت کے بحر میں یہ جہاں جیوں حباب ہے
وہ آن میں بناوے وہ پل میں مٹا سکے

انگشتری سے قبلہ نما کے یقین جان
تمھارا دل ہے تیرے کہے میں نہ آسکے

گل اس سے حسن خلق کے دعوی کرے اگر
اس کا گلاب تلخ کب اس خو کو پا سکے

آنسو کے موتی مانگے ہے لخت جگر کے لعل
اس لالچی کے عہدہ سے پر کون آسکے

دریا سا دل بھرا ہے اور امڈا ہے ابر چشم
رونے سے کوئی عشق کو کیونکر تھما سکے

جب شمع کے تئیں تنہا فانوس میں پاتا ہے
کس ذوق سے پروانہ تب جد میں آتا ہے

جب شمع کی دل گرمی پاتا ہے یہ پروانہ
کس شوق سے سر اپنا آتش میں جھکاتا ہے

دیتا ہے بہاروں میں ... دیوانوں کی
گل چاک گریباں کا کب اپنے سلاتا ہے

شمشاد کے اڑتے ہیں بس فاختے گلشن میں
وہ سرو خراماں جب چھب اپنی دکھاتا ہے

کر یاد سیہ روزی یعقوب کی روتا ہوں
کوئی نور بصر اپنا آنکھوں سے گنواتا ہے

اس گل سے کیا چاہے جب عرض نیاز اے عشق
داماں کو لے منہ پر گل سر کو جھکاتا ہے

شمع کے تیرے کرشمے نے دل افروزی کی
ان نے تب دور یہ محفل کی سیہ روزی کی

آئے بو گرمی خورشید سے دلسوزی کی
سرگذشت اپنی کہیں ہم جو سیہ روزی کی

آہ پروانہ یہ کیوں شمع یہ جلتا ہوگا
رات کو بزم میں بو آتی تھی جاں سوزی کی

قحط غم خوار سے از بسکہ یہ دل جلتا تھا
دل کے جلنے پہ مری شمع نے دل سوزی کی

اشک کا تار لے آنکھوں نے مژہ کی سوزن
جمع کر لخت جگر زور جگر سوزی کی

مہر و مہ ابرو ہوا تیرے لئے سر گرداں بندہ سنتا ہے عبث فکر نہ کر روزی کی

عشق تیں جلتے ہیں روشن ہے یہ ان پر...
شمع کو طرز سکھایا ہے دل افروزی کی

دل کا آئینہ خود نمائی سے ہے مکدر دیکھو صفائی سے

نور پائے ہیں مہر و مہ شب و روز تیرے در آگے جبہ سائی سے

رشتۂ جاں سے ہے ولے الفت مجھ کو تسبیح کربلائی سے

ماہ نو ناتواں ہوا ہے نپٹ تیرے ابرو کی کم نمائی سے

اخذ کرتے ہیں رنگ گل مہندی گلبدن کے کفِ حنائی سے

رنگ مہندی کا کب ٹھہرتا ہے لال تیری گریز پائی سے

رات مہتاب رو ہوا اے عشق
خوش مری آہ کی ہوائی سے

روئے ہے ستمگر وہ جسے تو نظر آوے آئینہ مقابل ہو ترے چھاتی بھر آوے

کب چھوڑے ستی ابر سیہ اس کے برآوے گریہ کے اگر قصد یہ یہ چشم تر آوے

پھر خلق کوں طوفان کا عالم نظر آوے دریا سے یہ دل اپنا اگر لہر پر آوے

کھا سودۂ الماس تبھی اس کو نکالو آنسو کے نہ ہمراہ جو لختِ جگر آوے

رو دلوے خوشی عقدۂ خاطر کھلے دل کو جب گل کی طرح ہاتھ مرے مشتِ زر آوے

اس بت کے ہے دل میں نہیں رکھتے ہیں اثر لیک پتھر کی بھی چھاتی مرے نالوں سے بھر آوے

وہ عکدہ ہے باغ جسے کہتے ہیں ناداں اک گل کا گریبان بھی ثابت نظر آوے

اے عشق گریں گل جو عدم سے دل نرگیں
گلزار میں کیا خوب تماشا نظر آوے

جل مرنے کو پروانہ اگر شمع پر آوے
دلسوزِ وفا کا ہوں مری چھاتی بھر آوے

آئینہ میں جب عکس پریرو کا پڑ آوے
تب عالمِ حیرت کا تماشا نظر آوے

جب اس کے مقابل وہ مرا لب شکر آوے
آئینہ کے منہ بیچ دیکھو پانی بھر آوے

خوش چشم کو یاں تک ہے حیا مانع شوخی
نیں دیکھتا گر باغ میں نرگس نظر آوے

شبنم سے ہر اک گل عرقِ شرم میں ڈوبے
کوچہ سے جو گلرو کے نسیمِ سحر آوے

اس مست نین کا جو خیال آوے یکایک
زاہد کے تئیں نشۂ مے کا اثر آوے

نہ آئینہ ہی اس صورت کے آگے ہکا بکا ہے
سیاہی دیکھ اس کے خط کے مد کی دل میں لکا ہے

ہوا انساں نمایاں نورِ ذاتِ پاک وحدت سے
کہ جیوں خورشید کے پرتو سے ذرے میں جھمکا ہے

ہوا اخبار سے ثابت ثوابِ حجِ اکبر ہے
زیارت کر لے اے غافل دلِ آگاہ مکا ہے؟

بچا نیں کوئی اس ظالم کے جورِ چشم و مژگاں سے
وہاں آئینہ بھی شان عسل سا شبکا ہے

جھکا کر ایک میں سر نام اپنا کر دیا روشن
فنونِ عشق میں کم کوئی پروانہ سا پکا ہے

موالی علیؓ کا ہے بخیر انجام بوجھ لے عشق
خدا حافظ ترا دوزخ بھی ایک شرعی دکا ہے

... تمہارے گریۂ غم کی کچھ انتہا بھی ہے
اے اکھڑیو کوئی لخت جگر رہا بھی ہے
جھڑی ہے اشک کی آ بیٹھ چشم میں میری
کہ سیر آب ہے کشتی ہے اور گھٹا بھی ہے
لہو کے گھونٹ میں پیتا ہوں تجھ بنا ساقی
ہے ابر اشک کا اور آہ کی ہوا بھی ہے
میں اس کا رنگ نکالوں لگا اشک خونیں سے
لگی ہیں آنکھیں ترے پاؤں پر حنا بھی ہے
ایا اہل درد بستی جا کے عشق نے پوچھا ق
کہ غم جو کھاتے ہیں لوگ اس میں کچھ مزا بھی ہے
کہا کہ ذائقۂ غم ہے شہد سے شیریں
پر اس کو لذت غم کا جو آشنا بھی ہے

میں تجھے بھولوں یہ خدا نہ کرے
یاد مجھ کو تری بلا نہ کرے
دے کے سرمہ وہ چشم گویا کو
ہم خموشوں پہ طوطیا نہ کرے
سخت حیرت ہے دیکھ آئینہ
کس طرح ناز خود نما نہ کرے
شعلہ خو تیرے جور کے ہاتھوں
دل جلا کوئی بد دعا نہ کرے
آشنا سے یہ کہیو معنے کے
دل کو صورت پہ مبتلا نہ کرے
اس کا آئینہ رو نما کب ہو
عشق جو دل کے تئیں صفا نہ کرے

کیوں ہے کہہ آئینہ اس درجہ تو حیراں مجھ سے
اپنی روداد کو مت کیجیو پنہاں مجھ سے
ہوں ہوا خواہ میں اے گل ترا جیوں موجِ نسیم
غنچہ ساں کب ہے گرہ کا ترے نقصاں مجھ سے
چشم مست اس کی نے دل توڑ کے پھیری ہے نظر
کہ نہ مانگے کہوں اس شیشہ کا تاواں مجھ سے

پیر نے خواب میں ہمدرد جو پایا اپنا
درد دل کہنے لگا ہو کے وہ گریاں مجھ سے

رم کا ہر نوں کے، بگولے کی بھی بیتابی کا
راز سب واز کیا پھاڑ گریباں مجھ سے

گرم رکھتا تھا کہا مدرسہ جب وادی کا
علم وحشت کئے تحصیل غزالاں مجھ سے

سر پہ اب خاک اڑاتا ہوا پھرتا ہوں عشق
صاف دیکھا تو نہ تھی خاطر یاراں مجھ سے

ترک خواہش اندر کر کیمیا گری یہ ہے
دل میں رکھ خیال دوست شیشہ و پری یہ ہے

دیکھ ہو گئی نرگس باغ میں تجھے حیراں
شوخ چشم جادو گر تیری ساحری یہ ہے

زلف تیری افسوں گر چشم تیری پر جادو
وہ ہے سحر بنگالہ سحر سامری ہے

میرے آہ بھرنے پر شب کو تو جو ہنستا ہے
وہ عجیب ہوائی ہے زور پھلجھڑی یہ ہے

سال تب تھے پل جیسے آن اب قرن سی ہے
وصل کے برس وہ تھے ہجر کی گھڑی یہ ہے

ماہرو کے کانوں میں گوشوارے رخشاں میں
دیکھ عشق وہ زہرہ اور مشتری یہ ہے

بہار دیکھے اور اس باغ کی خزاں دیکھے
یہ صنعتیں تری قدرت کی باغباں دیکھے

پسند آتی نہ شان بلندی و پستی
زمیں سے کر کے نظر تا یہ آسماں دیکھے

بسان دانۂ انگور اپنے اشک میں دل
چھپا ہوا ہے نکلتا ہے لے نشاں دیکھے

گرے ہے چشم سے گر زہر خند لخت جگر
ہنسی کے قصد میں ہم کھا کے زعفراں دیکھے

جنوں کی ہم نے سلاسل گئے تصور عشق
جہاں فلک کے اوپر رات کہکشاں دیکھے

یہ چھینتے ہیں دین و دل آنکھیں بتا مجھے
محفوظ ان ہیولوں سے رکھے اب خدا مجھے

خوبوں کی چشم مست میں کیفیتیں ہیں زور
دیتے ہیں دو پیالے دکھا کر چھکا مجھے

میں عشق سیر گل کو گیا تھا چمن کے بیچ
صبحی یہ عندلیب کی آئی صدا مجھے

اے گل جو تو نشاط سے میٹھا ہے پھول کر ق
زر خرچ کر گرہ کا خریدا ہے کیا مجھے

ہنس کر کہا یہ گل نے کہ تجھ جیسے کئی ہزار
بے زر ہیں بندے کچھ نہیں پروا ذرا مجھے

گرم جوشی کیوں نہ ہو خورشید رو کو ہم ستے
دیدہ تر کچھ گئے گزرے نہیں شبنم ستے

اہل معنی کی نظر میں اہل صورت خوار ہے
چشم تصویر آشنا ہرگز نہ دیکھے ہم ستے

گندمی رنگوں اُپر دیتا ہے اب تک بھی فریب
در گزر کرتا نہیں شیطاں نبی آدم ستے

چھاتی بھر لا مثل مینا دل ہے رونے زار زار
ساقی کوثر کے دلبندوں کے درد و غم ستے

لہر لے عشق کا دل کھائے ہے اب پیچ و تاب
ناگن زلف سیاہِ دل ربا کے سم ستے

ہر ایک رشک شمع ہے وہ جس کو دیکھیے
روشن رخوں کی صورت مجلس کو دیکھیے

خوش چشم کے فراق میں بے اختیار ہو
دل چاہتا ہے جا گل نرگس کو دیکھیے

آنکھیں کسی کی رہ پہ لگائے ہیں خوش مین
نرگس کی جا کے حلقہ مجلس کو دیکھیے

کر حلقہ سب اکٹھے ہو بیٹھے ہیں خوش مین
گلشن میں جا کے تختہ نرگس کو دیکھیے

گوہر کو کچھ نہ کور یتیمی سے باک ہے
آلودگی سے اس کا تو دامن ہی پاک ہے

چھالوں سے پردہ جس کا دل دردناک ہے
اس کا تو سینہ ہائے الم نخل تاک ہے

خوش قد کے خاکساروں میں شمشاد گر نہیں
قمری کی اس کے سر پہ یہ کیوں مشت خاک ہے

تجھ بن چمن تو خانۂ ماتم سے کم نہیں — یکسر سے سب گلوں کا گریبان چاک ہے
نرگس کی چشم نم نہیں شبنم سے تے فقط
بادِ صبا کے سر پہ بھی اے عشق خاک ہے

پسینہ گلبدن کا اور عطرِ گل برابر ہے — ہم آغوشی سے اسکے سب مرا جامہ معطر ہے
وہ زلفِ عنبریں جب ماہِ رخسار پر چھوٹے — حذر کر وصل سے اے دل قمر عقرب کے اندر ہے
گلِ لالہ سے داغوں کے ہے گلشن سینۂ عاشق — کہ جو آہ اس سے اٹھتی ہے سو وہ سروِ صنوبر ہے
دنایت کی نہ دیوے راہ سے سو بار گر کاٹیں — سر اس کا فرق اوپر شمع کے جو زر کا افسر ہے
ہماری چشم سے اے عشق دریا کو ہے کیا نسبت
کہ جو آنسو نکلتا ہے سو وہ گوہر سے بہتر ہے

آئینہ کبھی قابلِ دیدار نہ ہووے — گر خاک کیا تھا اس کو سروکار نہ ہووے
کیا خاک کہو اس میں تجلی ہو نمایاں — خورشید کا جو ذرہ پرستار نہ ہووے
گر مہر نہو داغ کے الفت کی گواہی — منظور مرے درد کا طومار نہ ہووے
دل خواب کی غفلت سے مبادا کہیں چونکے — یہ فتنۂ خوابیدہ ہی بیدار نہ ہووے
عشق اہلِ وفا بیچ اسے قدر ہے کیا خاک
وہ دل کہ جو گردِ رہِ دلدار نہ ہووے

اس راہ میں سر دینا عشاق کو آسان ہے — اک روز دکھا دیں گے یہ گو ہے میدان ہے
مت پوچھ یہ اشکِ خوں سمرن میں تمہے لیکے — اس لعلِ بدخشاں کی یہ سبحۂ مرجاں ہے
عاشق کی سیہ روزی ایجاد ہوئی جس دن — اس روز سے خوبوں کی یہ زلف پریشاں ہے
معشوق تو کہتے ہیں بیدرد ہی ہوتے ہیں — اس طرح سے کیوں گل کا یہ چاک گریباں ہے
اے عشق مرے دل کو ہے باغ سے کیا نسبت — خوش قد کا خیال از بس یاں سروِ خراماں ہے

تو خط کی یاد نے مجھے بے اختیار کی | ناچار جا کے سیر کیا سبزہ زار کی
ہوتا ہوں باغ باغ میں لالہ کو دیکھ دیکھ | ملتی ہے اس میں شکل دلِ داغدار کی
بعد از فنا نصیب ہو تو پی کی گلی مقام | اتنی ہے آرزو مرے مشتِ غبار کی
ابر سیہ میں برق نے دھوم مچائی ہے | تقلید کر کے میرے دلِ بے قرار کی

اس خوش دہن کی عشقؔ تمنا میں روز و شب
غنچوں نے گل کی فکر نپٹ بے شمار کی

چشم گلزار اشک سے نم ہے | گل نرگس پہ یہ جو شبنم ہے
دل کشا ہے اگرچہ صبح وطن | شام غربت کا اور عالم ہے

مزا آبِ بقا کا جانِ جاناں | ترا بوسہ لیا ہووے سو جانے
گریباں چاک اپنا تا بہ داماں | برنگِ گل کیا ہووے سو جانے
تری آنکھوں کی کیفیت کو ساقی | جو کوئی مے پیا ہووے سو جانے

رکھتا ہوں طلائی رنگ اور اشک بھی موتی ہے | منعم کے ہی گھر آخر دولت یہی ہوتی ہے
سنبل کی پریشانی کیا کم تھی کہ پھر نرگس پر | شبنم جو سرشک اس کے مژگاں میں پروتی ہے
عالم سے میں جا پوچھا کیا واقعہ یاں گزرا | گل چاک گریباں ہے شبنم ہے کہ روتی ہے
دم سرد ہی وہ بھر کر یہ مجھ سے لگا کہنے | ہر صبح گلستاں کی حالت یہی ہوتی ہے

عشقؔ اپنی فنا کا خوف سرکش کے نہیں دل میں
کب شمع یہ ہے روشن جو صبح ہی ہوتی ہے

نہیں خواہاں بتاں اے عشق تیرے دل کی چاہوں کے
بگولے سا عبث ہوتا ہے صدقے ان کی راہوں کے

چمن میں شوخ نافرماں گُل لالہ گماں مست کر
عدم سے گل کئے ہیں دل کسی حسرت پناہوں کے

گُل نرگس چمن میں نیں ہے اے اہلِ نظر دیکھو
عدم سے چشم ہو آئے ہیں کشتے خوش نگاہوں کے

رہوں گا محو ہو کر عشق میں منہ دیکھ قاتل کا
طلب جس دم مطالب حشر میں ہوں داد خواہوں کے

جو نت اس دُرِ دنداں کی الماس سے افزوں ہے
ہر مد نظر میری سلک درِ مکنوں ہے

یہ غنچہ و گل نہیں ہیں گلزار میں لالہ کے
پر داغ جگر میرا میرا دل پر خوں ہے

لیلیٰ کا سیہ خیمہ یا آنکھ ہے ہرنوں کی
یہ شاخ غزالاں ہے یا نالۂ مجنوں ہے

ہے چشم مری گریاں یا کشتیٔ طوفانی
میری طپش دل ہے یا موجۂ جیحوں ہے

یاں پان و مسی کا رنگ ہونٹوں پہ ہے قاتل کے
تاراجیٔ عشق اوپر یا عزم شبیخوں ہے

خدا مرے دلِ پرخوں کو داغدار کرے
جو لالہ زار مری خاک سے بہار کرے

مراد دل ہے یہی آرزوئے دل ہے یہی
خدا مجھے تری الفت سے اشتہار کرے

بنا ہے شیشۂ ساعت مرا دلِ نازک
غبار خاطر یاراں کا تا شمار کرے

فروتنی کے تصدق سے ہے سبک پرواز
نہ سرکشی پہ شرر اپنی افتخار کرے

بہاروں میں تو سب آباد میسر سب گلستاں تھے

چمن سرسبز شاداب اور غنچے گل کے خنداں تھے
خزاں میں عشق ہم وارد ہوئے اس سرزمیں اوپر
تو کیا دیکھیں چمن اجڑے گلستاں سارے ویراں تھے
تصور باندھ رو رو دل کو بہلاتے تھے یوں اپنے
کہ یک دن ہم بھی اس عشرت کدے کے بیچ مہماں تھے
وہ بھولی چوکی رہ گئیں یاد جیسے خواب کی باتیں
چمن کی گل زمیں پر جن دنوں عشرت کے ساماں تھے
گل لالہ کے تختے اِس طرف تھے اُس طرف سنبل
تھے نافرمانستاں ادھر اودھر گل کے خیاباں تھے

رونے میں ابر تر کی طرح چشم کو میرے جوش ہے
نالہ میں آہ رعد سا شور ہے اور خروش ہے
رعد نے شور سے پکار مستوں کو یہ نوید دی
تم ہو کدھر اے میکشو موسم نائے و نوش ہے
چاک کروں ہوں جیب صبر طالع عندلیب دیکھ
سننے کو اس کا دردِ دل گل ہی بہ شکل گوش ہے
کس نے چمن میں میکشی کی ہے صبا تو سچ کہو
جام ہے گل کے ہاتھ میں غنچہ سبو بدوش ہے
کون دوانہ مر گیا اس کے عزا میں اب تلک
اس کے لباس سر بہ سر چشم سیاہ پوش ہے

نالہ ہے خانہ زادِ عشق لیکے کہاں سرو دماغ
اپنے تو قافلے کے بیچ جو ہے جرس خموش ہے

مہروش کا مرے ایسا رخِ نورانی ہے
مفتخر حسن سے جس کے مہِ کنعانی ہے

تھا زلیخا کے تئیں اس کا دکھانا خوشتر
جب کبھی کہتی مرے یوسف کا کوئی ثانی ہے؟

چشمِ شہلا کا نظر بھر کے تماشا تیری
دیکھ نرگس کے تئیں باغ میں حیرانی ہے

مصرعِ قامتِ موزوں یہ مرے قاتل کے
صاد کیا خوب دیکھو دیدۂ قربانی ہے

کیوں کہ جمعیتِ دل عشق کے اب ہاتھ لگے
زلفِ دلدار کو تحصیل پریشانی ہے

ہے آہ گرم سرزد شعلہ ساں اب ہر بن مو سے
یہ دل جل بل کے انگارا ہے ہجر آتشیں رو سے

تری آنکھوں سے خوش چشموں نے سرمہ کو ہے دی عزت
ہے منظورِ نظر خوبوں کو آئینہ ترے رو سے

نقصور سرو سے کرتی ہے تجھ قامت کا ہر قمری
بسر اے دل ہیں بلبل کے خیالِ گل ترے رو سے

زلف پر پیچ والم جبکہ الجھ جاتی ہے
شانہ ساں آہ ہماری اسے سلجھاتی ہے

سوتے بختوں کا مرے یار سنو افسانہ
سرگزشت اپنی کہوں تو اسے نیند آتی ہے

ہیگی ہمجنس سے ہمجنس کو الفت تری زلف
کیوں مرے حالِ پریشان پہ بل کھاتی ہے

قند و مصری میں ہے ہر چند حلاوت لیکن
بات میٹھی وہ شکر لب کی مجھے بھاتی ہے

عشق سا بزم جہاں میں نہیں دلسوز وفا
چھاتی رونے کے اوپر شمع کی بھر آتی ہے

عرق گرے ہے وہ خورشید رو کا جس جا گہ — وہ سرزمیں سے گل آفتاب پھوٹے ہے
اے محتسب ترا آنا یہاں ہوا نا ساز — ادھر کو چنگ ادھر کو رباب پھوٹے ہے

وہ سرو ناز کو توصیف قامت خط میں لکھتا ہوں
الٰہی عالم بالا سے اترے نامہ بر قمری
دوبالا رو دیا غم آہ اب گلگشت گلشن سے
اِدھر بلبل فغاں کرتی اُدھر ہے نوحہ گر قمری

جب آئینۂ دل کی صفائی نظر آئی — ہر شے کی مجھے علت غائی نظر آئی
تجھ مہر کے ہیں نور سے ذرات منور — روشن ترے عالم میں خدائی نظر آئی
اب میری طرف دیکھ کے اتراتی ہے وہ شوخ — شاید کہ اسے دل کی صفائی نظر آئی

اشک خوں سے مژہ سرخ نمایاں دیکھے — عین طوفاں میں یہ نخل مرجاں دیکھے
چشم بد دور ابھی عشق کے داماں کے بیچ — ہم نے کیا خوب در اشک کو غلطاں دیکھے

مت مکدر کیجو نظروں سے گرا کر تو مجھے — صاف دل ہوں مثل آئینہ دکھا کر دیکھے
جیوں صبا صبح معطر کرے او خوشبو مجھے — اس گل عطر گریباں کی سنگھا کر بو مجھے

بوئے زلف یار سے میرا معطر ہے دماغ — نہیں ہے ہرگز خواہش عطر گل خوشبو مجھے
راز دل کا مجھ سے کچھ مخفی نہ رکھیو جیوں صبا — بوجھ لے اپنے ہوا خواہوں میں اے گل رو مجھے
کیوں نہ رخ روشن مثل مہ ہووے مرا بخت سیاہ — پھر نظر دیکھے نگاہ مہر سے گر تو مجھے
اے پری رو رو دیا ہے مجھکوں عشق پابند — جب نظر آیا ترا آئینہ زانو مجھے
آگے انگارے ہی آتے تھے نظر لالہ کے پھول
اب تو داغ دل کی تازہ عشق آئی بو مجھے

صبا آہستہ جا کچھ کان میں گل کے بچا آئی — کہ ہر غنچہ کا جیب پیرہن کر تار تار آئی
کہا جو صبح دیکھا پھول پر نرگس کے شبنم کو — بہار اس طرح کیوں گلشن میں چشم اشکبار آئی
وہ شاہ حسن کے رخ کو احاطہ نیں کیا خط نے — ہے یہ ملک سلیماں کے اوپر مور و ملخ دھاڑ آئی
غلط سمجھے ہیں عالم گردباد اس کو ہوا خواہو
یہ آہ عشق ہو کوچہ یہ دلبر کے نثار آئی

شعلہ خو مثل آتش افروزی — جی جلاتی ہے تیری دل سوزی
مثل پروانہ اپنے مفتوں کی — شمع رو کیجیو دل افروزی
جب سے وہ مہروش تپاک کیا — سایہ ساں گل گئی سیہ روزی
تجھ کو دائم چمن کا اے شہ گل — ہو ہمایوں تخت نوروزی
عشق نامہ نگار بلبل سے
کر ہر اک گل کی تو جگر دوزی

پاس آداب ترے حسن کا کرتے کرتے — تجھ کو دیکھا بھی کبھی ہوں گا تو ڈرتے ڈرتے
منتظر ہو کے مرے قتل پہ آیا جلاد — میں نے یہ شعر پڑھا درد سے مرتے مرتے
بارے صد شکر خدا کا کہ بر آئی امید — آرزو آج کی یک عمر سے کرتے کرتے

سر دھروں ستی پالا نہ پڑا تھا سو پڑا ہو گئے سرد دم سرد کے بھرتے بھرتے
منزلِ عشق نہ طے ہوئی بقول سودا
مل گئے خاک میں یاں پاؤں کے دھرتے دھرتے

گرفتاری کی لذت اور نرا آزاد کیا جانے
خوشی سے کاٹنا غم کا دلِ ناشاد کیا جانے
ابھی غفلت سے لذت ہیگی حاصل خوابِ شیریں میں
ہماری تلخ کامی کا مزا فرہاد کیا جانے
تصور صورتِ معنی کا باندھے ہے تصور دل
حقیقت کی یہ صنعت مانی و بہزاد کیا جانے
تردد میں ہے میرے ذبح کے اے عشق وہ ابتک
نگاہِ ناز سے بسمل ہوا جلاد کیا جانے
شکستِ دل کے تئیں میرے تو اے دل سخت کیا جانے
کہ شیشہ ٹوٹنے کا درد پتھر کی بلا جانے
بڑی مشکل تو اتنی ہے کہ سب بیداد کہتے ہیں
علاقوں سے ہو بیگانہ سو تجھ کو آشنا جانے
دوئی پرداز زاہد کعبہ اور بت خانہ دو بوجھا
خدا کو جو نہ پہچانے بتوں کا رتبہ کیا جانے
بچھڑ کر دل مرا مجھ سے گیا تھا سمت دلبر کے
کہوں کس کُن نہ پائے اُس پہ کیا پتھر خدا جانے
صفائے قلب کے عالم کو دیکھے دیدۂ دل سے

یہ اُس پر ہے یقیں جو عشق آئینہ بنا جانے

زلف دلبر لے گئی دل گھات سے
میں تو بے دل ہو رہا ہوں رات سے

اے دلِ بیتاب اتنا مت تڑپ
جی بتنگ آیا ہے تیرے سات سے

اب تو اے ابر مژہ کھل جا شتاب
بھیگ گئے ہم اشک کی برسات سے

رشک سے مجھ اشک خوں کے دیکھ لال
رنگ مہندی کہیں نہ اُڑ جا بات سے

سو حلاوت دل مرا پاتا ہے عشق
لب شکر کی ایک میٹھی بات سے

یہ بلبلوں کے چمن کی طرف پکار آئی
دیوانے دل کے ستانے کو پھر بہار آئی

فقط نہ شمع شبستاں میں چشم زار آئی
بہار باغ میں شبنم سے اشکبار آئی

تبھی لگے مرے دامن میں لختِ دل گرنے
لبوں تلک جو مری آہ جاں فگار آئی

مرے درونی میں دل زار زار روتا ہے
ہوا سکے درد سے یہ چشم اشکبار آئی

گلوں نے چاک گریباں کئے ہیں یکسر عشق
ہو داد خواہ کسی پر مگر بہار آئی

اے مصور یار کی تصویر کھینچا چاہئے
ہاتھ میرا اس کا دامن گیر کھینچا چاہئے

مجھ سے بسمل کی اگر تصویر کھینچا چاہئے
یہ گلا میرا تہ شمشیر کھینچا چاہئے

بستۂ زلف مسلسل ہے یہ دل صورت گرو
دو نو جانب اسکے دو زنجیر کھینچا چاہئے

رنگ زرد عاشقاں کر صرف جائے زعفراں
اس بسنتی پوش کی تصویر کھینچا چاہئے

کاغذ ابری یہ لکھ حالِ دلِ پرسوز عشق
گرد اس کے برق کی تحریر کھینچا چاہئے

ہنسی میں تیرے مقابل تو برق ہو نہ سکے
مرے سا کھول کے دل ابر تر بھی رو نہ سکے

وہ مہر رو کے تصور میں دل کو چین نہیں
کہ آفتاب میں پھر نیند کوئی سو نہ سکے

اے آرسی تجھے حیرت سے دل کی کیا نسبت
خیال یار کی صورت کبھو یہ کھو نہ سکے

یہاں تک اس کو حیا ہوئے مانع دیدار
دو چار عکس سے بھی آئینہ میں ہو نہ سکے

نہ کیجے عشق بتوں سے یہ سخت مشکل ہے
اے ناصحو بخدا ہم سے یہ تو ہو نہ سکے

جنوں نے مجھ کو کہا چاک جیب کر دیجے
جو دسترس ہوئے اپنا سو کیوں نہ وہ کیجے

کہا تب عقل نے دانا ستی بھید ہے یہ
کہ راز عشق کا اس طرح فاش کر دیجے

میں پوچھا عشق سے کیا کیجے یہ کہا ناداں
یہ گل کی فصل ہے اب بادہ ذوق سے پیجے

جو بیخودی سے گریباں ہو چاک گل کی طرح
تو اسکو شوق ستی رہنے دیجے نا سیجے

اگر ثابت قدم ہو عشق میں جیوں شمع جل سکئے
مقابل تند خو کی تیغ ابرو کے سنبھل سکئے

ہمارے اشک خونیں نے حنائی رنگ لایا ہے
ارے دل اس کے پاؤں پر یہ آنکھیں اب تو مل سکئے

پلک سے جس طرح آنسو گزر جاتا ہے اک پل میں
صراط اوپر خدا کا فضل شامل ہو تو چل سکئے

نکلنا صید کا صیاد کے پھاندے سے مشکل ہے
نہیں آسان اے دل دام دنیا سے نکل سکئے

لگی جب شمع کی سی طرح آتش عشق کے سر کو
تصور شعلہ رو کا باندھ کر جل جل پگھل سکئے

بلا سے خلق ہو بیدرد عشق کیا غم ہے
جراحت دل مجروں کا درد مرہم ہے

جہاں میں غم سے کوئی عشرت کدہ نہیں خالی
ہے شمع بزم میں گریاں چمن میں شبنم ہے

ہوں آب دیدہ میں نرگس پہ دیکھ کر شبنم
کہ آہ چشم کی صورت بھی اشک سے نم ہے

رکھے ہے لطف شبستان بزم منعم لیک
سواد شام غریباں کا اور عالم ہے

گلوں کا چاک گریباں ہے بلبلیں نالاں
چمن میں عشق خدا جانے کس کا ماتم ہے

اگر مجھ دل کی بیتابی کو حیرت سے قرار آئے
خیال یار کو آئینہ ساں صحبت برار آئے

پڑے خاک ایسے جینے پر میں تجھ سے خفا کہتا ہوں
خدا ناکردہ جو مجھ سے ترے دل میں غبار آئے

معاصی گرچہ سنگیں ہیں ہنوز پاسنگ میزاں ہے
گنہگاروں کے گر پلے پہ فضل کردگار آئے

خدا جانے گلوں پر کس طرح رودیں تو تب جلتے
اگر ہنستا ہوا گلشن میں میرا گلعذار آئے

ادھر یہ عشق جل جاوے ادھر پروانہ جل جاوے
اگر محفل میں خنداں شمع لے ہمراہ یار آئے

بیتی ہے یہ سب دل پہ ہے کب لکی زبانی
ہجراں کی جو دل پر سے میں کہتا ہوں کہانی

تو یار عزیز آنکھوں میں کیا ہے مہ وشوں کے
نیں ہے مہ کنعاں بھی ترے حسن کے ثانی

ابرو کے ترے چین کے کیا وصف کہوں میں
شمشیر میں جو ہر سے ہے خوبی کی نشانی

سر پر ہو سر بزم کہاں شمع میں ہے تاب
گر عشق کی آنکھیں جو کریں اشک فشانی

گریہ کو مرے ہے شرف ابر بہار سے
گرتے ہیں لخت دل مژہ اشکبار سے

اے لب شکر میں اسکی حلاوت بتاؤں کیا
پاتا ہوں جو مزا ترے بوس و کنار سے

مجھ تیرہ بخت سات الجھنا نہیں ہے خوب
آشفتہ کیوں ہے شانہ کہو زلف یار سے

موقوف موسم اس کی تو زاری نہیں ہے عشقؔ
کیا نسبت ابر کوں یہ مرے چشم زار سے

کسو کے دل کی خبر ہے تجھے ستانے کی ‍ ‍ ‍ نہ چھوا ایسا نہ تو زنجیر مجھ دیوانے کی
جلایا آہ نے کچھ اشک نے بہایا کچھ ‍ ‍ ‍ خبر نہ پوچھ اے گل میرے آشیانے کی
مرشک گرم سے جیوں شمع تن گداز ہوا ‍ ‍ ‍ تھی فکر آتش دل کی ہمیں بجھانے کی

لی یوسف کو زلیخا چاہ سے کھینچ ‍ ‍ ‍ محبت کی کشش کا یہ اثر ہے
ہے طوف دل سے کیوں محروم غافل ‍ ‍ ‍ خدا کا اس کے تئیں کہتے ہیں گھر ہے

اگر گل میں پیارے تری بو نہووے ‍ ‍ ‍ وہ منظور بلبل کسی رو نہ ہووے
ترے بن تو فردوس مجھ کو جہنم ‍ ‍ ‍ قیامت ہو مجھ پر اگر تو نہووے
ہو اس بزم میں شمع کب رونق افزا ‍ ‍ ‍ جہاں محفل افروز مہرو نہ ہووے
یہ آئینہ لیجا کے پتھر سے پھوڑ و ‍ ‍ ‍ پری کا اگر درمیاں رو نہ ہووے

مہکتی ہے زلف سیہ اس کی ہر رات
کہیں اس میں عشقؔ عطر شبو نہ ہووے

وہ مرے چشم تر کی زاری ہے ‍ ‍ ‍ ابر کو جس سے شرمساری ہے
اس کی نورانی دیکھ کر تصویر ‍ ‍ ‍ مہر قربان ماہواری ہے
عشق گل کے سبب ستی بلبل ‍ ‍ ‍ صف عشاق میں ہزاری ہے
ہوا جل بل کے خاک پروانہ ‍ ‍ ‍ شمع بھی گرم اشکباری ہے
کرلے اب تو بھی اپنا روشن نام ‍ ‍ ‍ ہاں لا! وقت جاں نثاری ہے

گل نرگس کو چشم پر دکھ عشق
کسی آنکھوں کی یادگاری ہے

تجھے کیا کام ہے ناصح ہمارے دیدۂ تر سے
تمھیں کے تب گزر جاویگا یہ اشک جیب سر سے ؟
صفائے دل پہ قانع ہو ہنر سے ہاتھ دھو بیٹھا
جو دیکھا عیب لگتا عشق آئینہ کو جوہر سے

مجلس میں دختر رز بی کو نہیں گو باقی
مینا سے چھاتی اسکی ہر دم ہے بھر بھر آتی
کم ظرف گر نہ ہوتا گلزار بیچ لالہ
کیوں داغ دل دکھاتا اس طرح کھول چھاتی
مجھو دل کو بیچ دینا منظور گر نہو تا
اے عشق اس طرح سے زلف اسکی پیچ کھاتی

آج اس شرابی کے ہاتھ میں گلابی ہے
عرض مدعا کیجے وقت بے حجابی ہے
چشم زار ہیں میرے موج خیز دریا سے
لخت دل ہر اک اسمیں مثل مرغ آبی ہے
حشر میں ہم آوینگے زاہد اس تجمل سے
شہ کا سایۂ نعلیں سر پر آفتابی ہے
عطر خاک کی سی بو جس کی خو میں آتی ہو
بوجھ بے گماں اس کو عشق بو ترابی ہے

شام غم ... دیکھو شمع کا روتے روتے
مٹ گیا نور نظر صبح کے ہوتے ہوتے
آنکھ کھل گئی سو اسے میں نے دیکا یار دیکھا
طالع بیدار ہو گیا مرے سوتے سوتے
خواب غفلت سے ہو بیدار ہیں کیا خبر
کھو دیا وصل کا دن بخت نے سوتے سوتے
اور سیہ تر گیا یہ نامۂ اعمال اپنا
عشق نے اشک ندامت سے بھی دھوتے دھوتے

جو رکھے پاؤں پر سر اس بت مغرور خودبیں کے
توپڑتا ہے ابھی در پے ہمارے وہ دل و دیں کے

سر اپنا تیشہ دایم مارتا ہے سخت پتھر سے
مگر ہے نوحہ گر ماتم میں وہ فرہادِ غمگیں کے

گریباں پھاڑتے ہیں گل ہے رشک چاک سے جس کے
ہوا ہے تنگ دل گردش سے اس دامان رنگیں کے

سخن چیں کا گریباں گیر ہو گا عشق بھی جا کر
قیامت میں جب آ کر گل ہوں دامنگیر گلچیں کے

سرو آزاد کو وہ قد جو نظر پڑ جاوے
نقش پا کی سی طرح خاک میں تب گڑ جاوے

وہ رنگیلا پھرے ہنستا ہوا گلشن میں اگر
رشک کے مارے تبھی شاخ سے گل جھڑ جاوے

بے طرح اس سے ملاتی ہے تو نظریں نرگس
دیکھیو کہیں نہ تری آنکھ میں گل پڑ جاوے

محتسب عشق جو میکش کو کرے دار کا حکم
چاہیے اس کے لئے تاک کا لکڑ جاوے

گذارش کر صبا خدمت میں تو اس لاابالی کے
ترے جانے سے گل مرجھا گئے ہیں نقش قالی کے

مرے آغوش جب سے اٹھ گیا ہے تو میں روتا ہوں
نہیں تھمتے ہیں اشک چشم تصویر نہالی کے

میں بے خود ہوں مجھے معذور رکھ رونے میں اے ساقی
مری چھاتی بھری ہے درد سے مینائے خالی کے
تصور میں تصدق میں ہوں اس شمع رو اوپر
ہیں گویا عشق ہم تصویر فانوس خیالی کے

جب مجھ کو وقت نزع کے اے جان دیکھئے　　تب جانئے کس طرح سے مری جان دیکھئے
خونرنگ سخت دل کے یہ مرجان دیکھئے　　اور آنسوؤں کے گوہر غلطان دیکھئے
آنکھوں سے عشق ہاتھ ہی دھو بیٹھ جو ہو سو ہو
اک بار کر کے اشک کا طوفان دیکھئے

اگر خورشید رو کے دیکھنے کی دل کو تاب آتی
برنگ صبح کیوں ہستی مری یک دم میں مٹ جاتی
نظر میں گر صفائے دل کا عالم عشق کے لاتی
کسی بھی وجہ تجھکو آرسی پھر منہ نہ دکھلاتی
خدا شاہد مبدل کفر عشق ایمان سے کب ہوتا
جدائی میں بتوں کے حق ستی گر لو نہ لگ جاتی

ہم اسیران قفس پر ہے یہ کیا بیدادی　　فصل گل ہو گئی اس وقت ملی آزادی
شہ گل تخت چمن پر ہے کیا صبح جلوس　　جشن نوروز ہے بلبل دے مبارکبادی
خانۂ چشم کے تئیں چھوڑ چلا نور نگاہ　　گھر بسے تیرے کیا ہجر نے یہ بیدادی
تیغ ابرو کے ترے دیکھتے جوہر کے تئیں　　آب میں غرق ہوا آئینۂ فولادی
جیب گل چاک ہے شبنم ستی نرگس گریاں
یہ بہار عشق کسو پر ہے یہاں فریادی

شمع سا اپنے دنی سر سے گزر کر جاوے
پر اسی دھن میں لیے ہے زر کا نہ افسر جاوے

جیب سے اس کے صبا لاوی اگر نازکی بو
صدقے ہونے کیلئے بوئے گل اس پر جاوے

اشک خجلت ہو گریں چشم صدف سے گوہر
جیب در اشک سے داماں مرا بھر جاوے

قاتل کی یاد بیچ اگر دل بھٹک پڑے
آنسو کی جا عجب نہیں لوہو ٹپک پڑے

گلرو چلا چمن بہ ہے یہ شبنم ڈھلی نہیں
بے اختیار گل کے بھی آنسو ٹپک پڑے

اے ابر یوں فقط ترے رونے میں کیا مزا
یک آہ لخت دل بھی تو بارے ٹپک پڑے

کیوں آج ہے پہلو میں سبک یہ دل نازک
اس شیشہ میں شاید کہ پری زاد نہیں ہے

یہ مژدہ سنا دیجو اسیران قفس کو
گلزار میں کوئی بلبل آزاد نہیں ہے

خوش قد کے ہے سایہ نے کیا نشو و نما عشق
یہ راست مجھے باغ میں شمشاد نہیں ہے

صحرا اجڑا ہے سونا مجنوں کدھر گیا ہے
ہے بید مو پریشاں شاید کہ مر گیا ہے

... بے ستوں میں مت لیو شیریں کا نام جا کر
اس بات پر تو فرہاد جی سے گزر گیا ہے

ہیں جو د کیف میں ہم کہتے ہیں بہکی باتیں
دل میکشو ہمارا مستی میں بھر گیا ہے

خانہ خراب ہووے جو الفت کا روتے روتے
آنکھوں حضور میرے مردم کا گھر گیا ہے

یہ فصل گل گر آوے میری بلا سے اے عشق
اودھر ہے مجھکو جانا دلبر جدھر گیا ہے

مے الفت تری مجھ دل میں بھری رہتی ہے
یہ وہ مینا ہے مدام اس میں پری رہتی ہے

سینۂ صاف میں بستا ہے خیال رخ یار
یہ جو مشہور ہے شیشہ میں پری رہتی ہے

لعل یا قوت لبوں کی ہے رگ نیلم پیدا   یا ترے ہونٹوں پہ مسی کی دھڑی رہتی ہے

بحر و بر عشق متصرف میں ہیں میرے یہ دیکھ
بسکہ لب خشک ہیں آنکھوں میں تری رہتی ہے

مجھ کو اس زلف و بناگوش سے کام اور ہی ہے
صبح کچھ اور ہے اور جس کی شام اور ہی ہے
چشم ساقی کے جو بدمست ہیں زاہد ان کو
مئے تو کچھ اور ہے اور گردشِ جام اور ہی ہے

پہنچے اس زلف کی کب پاس کو مشکِ ختنی   جس کے کھلتے گرہ ہو نافہ کی قیمت شکنی
بے سخن دیکھتے مرجھا گئیں کلیاں گل کی   غنچہ لب کیا کہوں اللہ رے تری خوش دہنی
شعلہ رو کے رخِ روشن کے مقابل شب کو   جل ہی مرنے کے سوا شمع سے اور کچھ نہ بنی
اس رنگیلے کی ہوا بیچ ہوئے عشق فقیر
پھر کر آئے ہیں گل باغ میں بھگوے کفنی

حشر میں قبر سے جب عاشق ناشاد اٹھے   صف محشر میں اسے دیکھ کے فریاد اٹھے
خوش قدوں کے جو دیا ہو غمِ عشق میں جان   سرو کی طرح سے وہ خاک سے آزاد اٹھے
سینہ پر داغ غمِ آلِ پیمبر ہو جسے   گل لالہ کے وہی خاک سے دل شاد اٹھے
تیغ ابرو کے تئیں کھینچ ستمگر میرا
ظلم ہے عشق اگر بر سرِ بیداد اٹھے

بلبل کبھو گل کی کب خبر ہے   گلشن میں بہار کس قدر ہے
منظور نظر ہے جب سے خوش چشم   اپنی نہ کسو طرف نظر ہے

گر شیخ نے آہ کی تو مت بھول
دل میں پتھر کے بھی شرر رہے

نرگس جو کھڑی ہے عشق حیران
کس جانئے کس کی راہ پر ہے

میرے گل کا جو کوئی لطف و کرم دیکھا ہے
حسن اور خلق کے تئیں اس نے بہم دیکھا ہے

تیرے ابرو کے مقابل تو ہلال آسا ہے
ہر کماں ابرو کی قامت کو بھی خم دیکھا ہے

چشم الطاف سے اس مست نین کی ہے کہاں
کہ کسی وقت مرے دیدۂ نم دیکھا ہے

کہتے ہیں دار محن ہے یہ جہان فانی
کون وہ شخص ہے جن نے کہ نہ غم دیکھا ہے

اشک اور آہ سے ہے عشق کا روشن اعجاز
آب و آتش کو کسو نے بھی بہم دیکھا ہے

جو دیکھے لعل تجھ ہونٹوں کے تئیں خوناب بن جاوے
ترے دانتوں کو موتی دیکھ کر بے آب بن جاوے

تبسم یار کا دنداں نما جب یاد کر روؤں
سرشک ہر ایک رشک گوہر خوش آب بن جاوے

کرے گر سیر گلشن کیف کی حالت میں تو ساقی
ہر اک گل تجھ لئے جام شراب ناب بن جاوے

یہ داغ ہجر نافرماں بتوں کے عشق میں یارب
مرے خونیں جگر پر بوٹہ کمخواب بن جاوے

دل رنگیں مرا اگر عشق میں بے باک ہو جاوے
برنگ گل گریباں آپ سے صد چاک ہو جاوے

جو تجھ پاؤں تلک ہو دسترس معراج عاشق ہے

ترے کوچہ میں دل کی آرزو ہی خاک ہو جاوے

مصور کھینچے گر تصویر تیرے تیغ ابرو کی
نظر کر دیدۂ بسمل سا جیرتناک ہو جاوے

نمک شور محبت کا ہے تیرے عشق سینہ میں
اگر آ منہ لگاوے دخترِ رز پاک ہو جاوے

دل دینے کا بھی کام کچھ آسان نہیں ہے
وہ شخص جو دل دیوے اسے جان نہیں ہے

یہ نقش سزاوار ہے یاقوت پہ کیجے
اس لب سا کہیں لعل بدخشان نہیں ہے

جیوں در یتیم عشق مرا طفل سرشک آہ
کیدھر گیا داماں میں غلطان نہیں ہے

جیتے ہیں خشک چشمے عالم کے بھر رہینگے
گر عاشقوں کے دیدے اک لحظہ تر رہیں گے

وہ خوش نین چمن میں گزرے تو دیکھنے کو
نرگس کی چشم میں ہم بن کر نظر رہیں گے

حالت میں نزع کی آ کر سرفراز جاناں
تیرے قدم اُپر ہم سر دھر کے مر رہیں گے

تالیف قلب ہم کو حق سے رہے ہے اے عشق
اس بت کے رفتہ رفتہ جا دل میں کر رہیں گے

غم کے خمار کو شراب کہتے ہیں سیر باغ ہے
لالہ کے دل پہ کیا سبب آہ یہ تازہ داغ ہے

مئے ستی عیش کے بھرا گل کا ہر ایک ایاغ ہے
سیر چمن کی کیجئے کب یہ دل و دماغ ہے

تاکہ تنگ و عندلیب ہوویں رقیب یک دگر
روغن گل سے روشن اب ہم نے کیا چراغ ہے

اے گلِ باغِ دلبری کیجو نظر دلِ عشق کا
لالہ سا داغ داغ ہے تسپہ بھی باغ باغ ہے

قفس کے کنج میں چپ ہوں تو دل فریاد کرتا ہے
میں روتا ہوں تو یہ ہنسنے کا گل کے یاد کرتا ہے
شروع گل اور آزادی کے دن دل یاد کرتا ہے
اسیری کی بھی لذت اور مزہ برباد کرتا ہے
جفا و جور دلبر نہیں ادا و ناز سے خالی
ہماری داد دل دیتا ہے جب بیداد کرتا ہے
وہ ہنستا ہیگا دیکھ آئینہ جب صورت کو عشق اپنے
دلِ حیراں مرا اس وجہ سینتی شاد کرتا ہے

وہ زلف چلیپائے رخِ یار کہاں ہے — مجھ دل کی پریشانی کا طومار کہاں ہے
وہ تن میں ہے اور من میں ہے اور میرے نین میں — تس پر رہی یہ سوچ کہ دلدار کہاں ہے
ہے جلوۂ دیدار تو موجود ہی تیلکن — آئینہ سوا دیدۂ بیدار کہاں ہے
اے اہلِ نظر دیکھتے ہو اہلِ دلوں کو
خلوت میں سوا عشق کسے یار کہاں ہے

کفر کی ظلمت ہوئی روشن سر بازار ہے
شمع سا ہر چند میں پنہاں رکھا زنار ہے
باغ میں جا کر اسے دیدار دکھلا خوش نین
آ رہا آنکھوں میں جان نرگس بیمار ہے

اگر آوے وہ خود بیں بر سر بیداد کیا کیجے
جو توڑے دل کے آئینہ کے تئیں فریاد کیا کیجے

تڑپتے ہم رہے تیغ نگہ سے نیم بسمل ہو
گیا چھوڑ آہ ایسے وقت میں جلاد کیا کیجے

نہ رکھئے کم سعادت بندگی سے عشق کو صاحب
غلام بے درم اپنے کے تئیں آزاد کیا کیجے

کیا دلفریب سنتے ہو صورت ہزار ہے — یارو چمن میں دیکھ لو جوشِ بہار ہے
بن آنسوؤں کے ہر مژہ آنکھوں میں خار ہے — گوہر بغیر رشتہ بہت بے وقار ہے
مثلِ حباب چشم کو جب موند لیجئے — بڑا ہی دل کا بحر تو ہم سے پار ہے

تیرے سخن کو عشق سب اہلِ نظر کے پاس
دیکھا تو اعتبار درِ آب دار ہے

شبنم کہاں ہے اور کدھر آفتاب ہے — یہ حسن اور عشق کی سب آب و تاب ہے
پانی اوپر جو دیکھتے ہو یہ حباب ہے — دیکھو کہ بیچ خانۂ ہستی خراب ہے

بے وجہ نہیں ہے آئینہ منظورِ یارِ عشق
گلگشت ماہتاب میں دیکھ آفتاب ہے

دو پیالوں میں ابھی سرشار ہو جاتا ہوں آ ساقی
تو اپنے جامِ چشمِ مست کو گردش میں لا ساقی

ہے دل ہی ہو کے سرخوش کیجے تیرے جام و مینا کے
دو انکھوں کے مشرب میں جو ہو مدح و ثنا ساقی

میں اس کے نرگس میگوں کی کیفیت کو پایا ہوں

ہے اس کی چشم جام مے اور اس کی ہر ادا ساقی
زمیں پر عشق نیں جھکتا ہے بد مستی کی حالت سے
یہ سجدہ بیچ جا کرتا ہے تجھ حق میں دعا ساقی

کیھو سرکش سے بگولے سے تری مستی ہے　　خاک اڑا سر پہ کہ انجام ترا پستی ہے
کیوں نہ مقبول خلائق ہو تواضع پیشہ　　پائے قیمت وہی شمشیر کہ جو کستی ہے
ہے تجھ آنکھوں کے دو پیمانوں میں جو کیفیت　　ساقی اک شیشۂ پر مے میں نہ وہ مستی ہے
بخدا کعبہ میں رہتی ہے بتاں عیب نہیں
عشق کے دل میں اگر یاد صنم بستی ہے

مجلس کی شمع آکر جب درمیاں ہوئی ہے
سوز و گداز دل سے روشن بیاں ہوئی ہے
روشن دلو مرے تئیں خورشید رو کے آگے
جیوں ذرہ باریابی اب تک کہاں ہوئی ہے
تقلید عشق کر کے روتا ہے ابر نیساں
اس رو سے موتیوں کی قیمت گراں ہوئی ہے

گر فصل گل میں باد صبا عیش کر گئی　　بلبل کی زیست کنج قفس میں گذر گئی
کچھ روز وصل ایسی خوشی دل میں بھر گئی　　سب ہجر کی الم کی شکایت بسر گئی
شبنم کی طرح عشق کو رقت ہوئی سحر
جیوں گل کے چاک جیب پر اس کی نظر گئی

تقلید سادہ وضعی کرتے بہت ہیں پی سی　　پر کب ہے چہرہ مہ میں خوبی وہ حسن کی سی
رکھتا ہے گلبدن کا گلزار حسن عالم　　ہے فندقی ہر انگلی گلنار کی کلی سی

بے وجہ دیکھتے نہیں ہم بار بار تجھ کو — تجھ تن میں اے پری رو صافی ہے آرسی کی
محفل میں شمع سیتی روشن ہے تربتِ عشق
جلتی ہے نعش اوپر پروانے کے ستی سی

اُس پُر جفا کی مجھ سے زلف آشنا ہوئی ہے — یا حق میں میرے دل کے نازل بلا ہوئی ہے
ہر اشک ہو گیا ہے در نجف سا مودار — شاید کہ مر کسی کی معجز نما ہوئی ہے

اسپند دل رکھا تھا بہت احتیاط سے — جل شعلہ رو کے خاک ہوا اختلاط سے
مژدہ چمن میں سن ترے آنے کا خوش ہین — ضبحی کھلے ہیں غنچۂ گل انبساط سے
عشق اپنا صبح غنچۂ گل خرمی سے کھول
تختِ چمن پہ بیٹھا ہے دل کیا نشاط سے
دخترِ رزمت کہو ناپاک ہے — آبروئے دودمانِ تاک ہے
شیوۂ افتادگی کو کم نہ بوجھ — خاک کا کہتے ہیں عالم پاک ہے

تو خلق خوش کا بھی رتبہ قیاس کرتا ہے — درود پڑھتا ہے جو گل کو باس کرتا ہے
بسان لالہ صف عاشقوں میں اے گلرو — مجھے تو داغ ترا روشناس کرتا ہے

دیکھ کر سرو کو وہ سبز قبا پوش مجھے — ایسا یاد آیا کہ مطلق نہ رہا ہوش مجھے
جب ہو صہبائے ولا ساقیٔ کوثر کی عطا — عشق تب آیا خمِ مے کی طرح ہوش مجھے

زلف سیہ جو میرے دل کی نہ آ خبر لے — پروا کہاں ہے اس کو اس کی بلا خبر لے

دل کو جلائے ظالم پونچھے ہے میرے آنسو   یہ رحم کیا غضب ہے آتش لگا خبر لے

اے ساقی صبح عیش حیلہ اور حوالہ ہے   شراب اس کی تئیں لبریز گل کا پیالہ ہے
نگاہ جب سے پڑی جوت تیرے دانتوں کی   ہمارا تار نظر موتیوں کا مالا ہے

گر باغ میں گلعذار ہووے   گل اس کے اوپر نثار ہووے
گر دوئے یاد گل رخوں میں   آنسو عرق بہار ہووے

جام جم سے ہیں کچھ چشم تری کم ساقی   کہ عیاں اس میں ہے کیفیت عالم ساقی
میفروش و مئے و ہم میکش و پیمانہ مئے   میکدہ بلکہ ہے تجھ چشم کا عالم ساقی
جام صہبا کی طرح دور فلک سیتی مدام   تیرے ہونٹوں سے ہوس ہے کہ لگو ہمدم ساقی
... بیہوش کہ اک عمر سے میخانے میں   بیخودی کے لئے آتے ہیں سدا ہم ساقی

بتوں سے جا کے کہو جلوہ گہ تمہارا ہے   یہ دل کا آئینہ آ دیکھو کیا مصفا ہے
بجائے آئینہ دل دیجے ہاتھ میں اس کے   نیاز و ناز کا ہم خال و ہم تماشا ہے

دل عترت نبوی کا خیال رکھتا ہے   یہ شیشہ نام خدا رنگ آل رکھتا ہے

کرنے سے جبہ سائی خدمت میں میرے شہ کی   روشن ہوئی ہے دیکھو پیشانی مہر و مہ کی

مرتد ہے علی سے جس کو کہ تخلّف ہے　　وہ امت احمد کا اولی بہ تصرف ہے

ہر لحظہ شیشہ مست نین کی تلاش ہے　　کرتا ہے خوف پائے نگہ کی خراش ہے

شہ خاور کا کیسا عظم وشاں ہے　　کہ جس کا آسماں تخت رواں ہے

حگیں دلوں کے ٹوٹے نہ کہیں اختلاط سے　　اب تک رکھا ہوں شیشۂ دل احتیاط سے

ہمارے اس دل پرخوں کو داغدار کرے　　خیال یار اگر عزم لالہ زار کرے

تری آنکھوں کی کیفیت سے بلبل مست ہو جائے
تجھ آگے شان مرزائی گلوں کی پست ہو جائے

یہ دل اس شعلہ رو کے عشق کی آتش میں سوزاں ہے
برنگ کاغذِ آتش زدہ سیر چراغاں ہے

صبا سے کیا مناسب مثل گل احوال دل کہیے
برنگ غنچہ اس گلشن میں بہتر ہے کہ چپ رہیے

اشک آمیز لہو کے میرے　　ہیں گلے حال کبوتر تیرے

کیوں نہ بھاوے تری شیریں سخنی   خالِ لب کا ہے یہ دلِ افیونی

مجھے چشم نمناک نت آرزو ہے   کہ عاشق کے تئیں اشک سے آبرو ہے

طبیعت ہے پاک اس کی اور دل نپٹ صفا ہے
آئینہ تجھ پری کا اس وجہ رونما ہے

سنبل بھی تیرے زلف سے ہمسر نہو سکے   ہمدوش قد سے سرو صنوبر نہ ہو سکے

دل چمن میں سرو قامت بن نپٹ ناشاد ہے
تیغ زہر آلودہ نظروں میں مرے شمشاد ہے

مری آنکھوں میں تجھ بن شاخ پر یوں غنچۂ گل ہے
کہ جیسا خار کے اوپر سر پر خون بلبل ہے

دیوانہ سمجھ کاہوں کرو تدبیر روپے کی   کہ میری قید کو درکار ہے زنجیر روپے کی

یا شاہ تری خاص محبت کے سبب سے   رحمت کے تئیں اپنے خدا عام کیا ہے

مجھ دیوانے سے کوئی دست بسر ہے نہوا   ایک زنجیر سبب کیا ہے مرے پاؤں پڑی

چشم تر جام ادھر گریہ مینا ہے اُدھر بن ترے زہر سی لگتی ہے یہ صہبا ساقی

اس کے آنے کی خبر خواب میں سن کھل گئی آنکھ
ہائے رے واں بھی ملاقات نہ ہونے پائی

تاب نہیں اب دل کے تئیں ظالم ستم سے درگزر
پیچ دے دے کر نہ کس زلف رسا کے واسطے

دیکھا نہ روزِ وصل کو پھر ہم نے خواب میں کیں سوتے بخت جاگے سو ایک رات ہو گئی

نازک کمر کو اس کے دے بال سے مثال لیکن ہنوز شبہ ابھی درمیان ہے

کل جو گلزار میں گذرا مجھے گلرو کا خیال اس کے جلوہ نے عجب رنگ سے گلبازی کی

سایہ میں نو کبھی جو تم دیکھو فال اس زلف کے دیوانے کی

سخن اس کے دہانِ تنگ سے ہوتا ہے یوں ظاہر
نزاکت سے نگہہ جس طرح چشم مور سے نکلے

زندگی ہے روزہ گل کی طرح کیوں نہ خوش حال کوئی دم رہئے

ہے داغ عشق کا اس شعلہ رو کے مجھ دل میں
اسی سے نت مرا روشن چراغ خاطر ہے

اس دوست کا تصور ہے دلنشیں میرے
موسیٰ ہے گر تو یہ ہے اور طور ہے تو یہ ہے

چشم خونیں سے وہ قاتل کیے ہوا جادو جا کے
دیکھو روشن دل تو آئینہ کی کیا چھاتی ہے

خواب میں دیکھا ہوں اس گلرو کا حسن
عطر گل آنکھوں سے کھینچا چاہیے

رنگیں قبا سے تیرے گل چاک پیرہن ہے
لالہ کا دل کیا داغ اے طوسی شال والے

تکلف برطرف کچھ حسن کو درکار نہیں زینت
مری نظروں میں کھب جاتی ہے نرگس کی طرح ساری

نرگس نین ہے غنچہ دہن گلعذار یار
نظارہ اس کے حسن کا گلشن کی سیر ہے

نہیں معلوم دل میں بیٹھ کے کون
چشم کی دور بیں سے دیکھے ہے

چھیڑے ہے قصہ خموشی کہ کہا جاتے نہیں
جب زباں ڈیوے ہے یاری کی حکایت کیجے

ہے تمہارا نام کیا نام خدا
عرش پر کرسی نشیں مولا علی

سیہ بختی پہ نازاں جو برنگ زلف خوباں ہو
اسے جمعیت خاطر ہے درحالِ پریشانی

مانند حباب عشق بہا نے گیا وہ دیکھ
سیلاب سرشک آہ مری دیدۂ تر ہے

تجھ دور حسن بیچ شب زلف ہے دراز
کہہ عشق سے کہ قصہ طولانی سر کرے

رُباعیات

احمد کہ ہے فوق سب سے پایا اس کا
لولاک سے حق وصف سرایا اس کا
بے سایہ اسے جہاں میں حق نے بھیجا
یہ چرخ پہ خورشید ہے سایا اس کا

اسرار الٰہی کو ہویدا دیکھا
اس شاہ کے جو جناب والا دیکھا
یہ کشف ہوا کہ عین انساں ہے علی
آنکھوں کے طفیل ہم نے کیا کیا دیکھا

زنار بھی شمع کا نمایاں دیکھا
افسوس کہ اس کو سبحہ گرداں دیکھا
تم پر نہیں اے شیخ و برہمن روشن
جو عشق نے رنگ جا نگہ ازاں دیکھا

بے شبہ وجہ اللہ علی کی ہے ذات
بے ریب ید اللہ علی کا ہے ہات
معراج کی رات حق نبی سے بولا
آواز علی سے ہے یہ کیا بھید کی بات

جب رتبہ معراج کو پہنچے احمد
وہ معنی اسرار ہو اللہ احد
پردہ ستی آتی تھی علی کی آواز
ہے دیکھ علی بحق حساب ابجد

حیدر سے ہوا حسن حقیقت اظہار
ہے شاہد لم یزل کا وہ آئینہ دار
کعبہ کے صدف ستی نمودار ہوا
توحید کے دریا کا وہ در شہوار

عالم میں تو ہوتی ہے ہر ایک شام و سحر
آتی نہیں کیوں شب کو مری صبح نظر
یہ شام غم اژدہا ہے حق میں میرے
تم اس کی دو بیکر کرو اب یا حیدر

تجھ عکس جہاں تاب سے ہو حل پذیر؟
ہر ذرہ بھی اس خاک کا ہے مہر نظیر
یا وصف نموداری کے اتنا غائب
پر نور سے ہے آئینہ ترے بدر منیر

آئین سلوک زاہدوں کا ہے شعار
رکھتے ہیں بہت طول امل سے سروکار
اک ہم ہیں خراباتِ میخانہ عشق
کوئی مست جہاں میں ہے کوئی ہشیار

کعبہ میں ہوا تولد شاہ نجف
وہ کعبہ تحقیق کی ہے راہ نجف
رتبہ اس کا ہے سب کے رتبے سے فوق
خورشید سپہر کبریا ماہ نجف

دل دیکھ پری کے چشم سرشار کا رنگ
تصویر سا حیرت کے تماشے ہوا دنگ
آنکھوں میں چڑھے جب اسکے خط کی سبزی
تب زور نمودار ہو کیفیت بنگ

ناقص یہ سمجھتے ہیں کہ کامل ہے جسیم
احمق یہ سمجھتے ہیں کہ عاقل ہے جسیم
بے دانش و بے خرد ہیں گمراہ و تباہ
تحقیق ہے منفعل نہ فاعل ہے جسیم

جو ہوئے ترا دل سے ہوا خواہ حسین
آسان ہو صراط کی اسے راہ حسین
محبوس وہ تہ چاہ جہنم میں رہے
تجھ ذات کی جس دل میں نہو چاہ حسین

ہیں ختم العصر سبھی نیک و زبوں
قصداً جو ہزار چرخ مارے گردوں
تجھ سا نہ پریزاد بہم پہنچا دے
نے روئے زمیں پر ایک مجھ سا مجنوں

انصاف سے اے اہل بصیرت دیکھو
نرگس کی وہ خوش چشم سے نسبت دیکھو
کب ہو سکے مہر اس کے چہرے کی نظیر
پہنچے اس مُنہ کو مہ کی صورت دیکھو

حیدر کے ظہور سے نہیں تو آگاہ
اس ذات سے پایا ہے شرف بیت اللہ
بت سقف حرم سے توڑ مسمار کئے
کیا صاحب مرتبہ ہے اللہ اللہ

اک روز میں اک شخص سے پوچھا ناگاہ
تو اپنے طریق کی مجھے بتلا راہ
تب ان نے کہا سنی ہوں میں سن کے کہا
لاحول ولا قوۃ الا باللہ

آئینہ میں زنگ سا عیاں ہو کے نہ رہ پتھر میں شرر سا بھی نہاں ہو کے نہ رہ
منظور نظر سرمہ سا ہوگا اے عشق آنکھوں میں کسی کے تو گراں ہو کے نہ رہ

ہوں بادہ کش غدیر خم اے ساقی کچھ شیرۂ تاک کا نہیں مشتاقی
جلدی سے پلا کے کر دے سرشار مجھے قسمت کی جو میری ہے ہو باقی ساقی

اس بحر تو ہم میں بہت کم رہیے ہو کر دل آگاہ کوئی دم رہیے
اس آن تلک کہ جاوے ہستی برباد مانند حباب چشم پرنم رہیے

وہ زلف سیہ اپنی جو کھولا نہ کرے ہرگز عنبر یہ باس پیدا نہ کرے
کس طرح بھلا ہاتھ لگے مشک ختن گر بھول سے وہ من ہرن گرہ وا نہ کرے

منہ چاند سا سورج سی تری پیشانی یوسف بھی نہیں حسن میں تیرے ثانی
صورت کو تری دیکھ کے نقش دیوار ایدھر ہوا بہزاد اور اودھر مانی

رُباعی متزاد

خاطر میں نہیں لاتے ہیں جو اہل نظر دنیا کا یہ فر
دل بیچ زر و مال کی الفت مت دھر ہے دیں کا غرر
روشن ہے خلائق پہ کہ عماریتی اے مجلسیو
جیوں شمع جہاں کے تاجداروں کے سر یہ افسر زر

خورشید حسین صبحدم آیا مرے گھر
با جاہ و جلال
گرمی ستی پوچھا کہ کہو اپنی خبر
کیا ہے احوال
میں شکوہ کیا ہجر کا میں کہنے لگا
با وہم و خیال
ہوں دل میں ترے دیکھ اے کوتاہ نظر
ہو دیگا وصال

مثنوی من کلام میر جمال اللہ عشق

ترا حمد کرنے کو جانِ جہاں — زباں ہیچ ذروں کی طاقت کہاں
تری ذات اقدس ثنا سے بری — بری ہے بری ہے بری ہے بری
کروں نعت احمد کی کر کر احد — کہ ہے خالص نورِ ذاتِ صمد
وہ احمد ہے آئینہ سرمدی — کہ دکھلا دیا صورتِ ایزدی
اور اس کا ولی وہ علی ولی — کہ کون و مکاں جس سے ہے ممتلی
یداللہ ہے اس کے پر آستیں — عیاں ہے جلالِ جہاں آفریں
وہی مظہرِ ذاتِ سبحان ہے — یہی اہلِ عرفاں کا عرفان ہے
ادا کب ہو زہرائے اطہر کی وصف — مرے منہ سے شبیر و شبر کی وصف
میں کیا کہہ سکوں مدح زین العبا — خدا خود ہے مداح آلِ عبا
شہ باقر شمع بزم رسول — کہ حب اسکے ایماں کا اصل اصول
میں ہوں احمدی دل مرا حیدری — ہوں محو بہار گل جعفری

مجھے عشق موسیٰ کاظم کا ہے
مجھے ورد اسمِ اعظم کا ہے

امام رضا ہے مرا مقتدا
ہے دونوں جہاں میں مرا پیشوا

ہوا خواہ شاہ تقی کا ہوں میں
پرستار اس متقی کا ہوں میں

علی نقی کا ہوں میں خاک پا
تصدق ہوں جیسے ہو دل سے فدا

حسن عسکری حق کا خاصہ امام
نت اس پہ خدا کا درود و سلام

میں لکھتا ہوں مہدی ہادی سا پیر
وہ مشکل کشا ہے مرا دستگیر

ثنا خواں یہ بارہ اماموں کا ہوں
میں بندہ انھوں کے غلاموں کا ہوں

مرا حشر یا رب ہو حیدر کے ساتھ
مرا نشر یا رب ہو حیدر کے ساتھ

میں ہرچند ہوں غرق بحر گناہ
ید اللہ کی بخشش کی بس ہے پناہ

دماغ ایک ساعت نہیں ہے بجال
مجھے مثنوی کا کہاں تھا خیال

کبھی ہوش کی بات کہتا ہوں میں
کبھی ہو کے بیہوش رہتا ہوں میں

کبھی آہ بھرنے میں ہوتا ہوں محو
کبھی نالہ کرنے میں ہوتا ہوں محو

کبھی اشک کے ساتھ ہمراز ہوں
کبھی آہ کے ساتھ دمساز ہوں

کبھی دل کا کرتا ہوں میں چاک جیب
کبھی اپنی ہستی سے ہوتا ہوں غیب

سو ناگاہ سودا کی حالت ہوئی
خموشی سے اس دم خجالت ہوئی

یہاں تک ہوا درد دل جوش زن
کہ نہیں ہو سکا مجھ سے ضبط سخن

نشہ سے جنوں کے میں سرشار تھا
نہ بیہوش تھا بلکہ ہشیار تھا

غم عشق سے دیدہ وا دیدہ تھی
وہ اوقات خوش وقتی عید تھی

اب اک آہ وقت سے آئے لب
کہا اس سے میں مدعا دل کا سب

تو اے آہ پیغامبر ہو کے جا
لئے جا سندیسا دل زار کا

مرا حالِ دل تجھ سے پنہاں نہیں
ترے سا کوئی مونسِ جاں نہیں

مرے دل کی ہے آہ غم خوار تو
بیاں میرا کہیو بہ دلدار تو

نیاز عرض کر میرے مغرور کو
دلا یاد اس کے یہ مہجور کو

مجھے بات کرنے کی طاقت نہیں
غرض یہ کہ اب تاب فرقت نہیں

میں بے حال ہوں سخت بیحال ہوں
نپٹ نقشِ پا سے بھی پامال ہوں

سوا درد میرے نہ کوئی ساتھ ہے
سوا آہ و زاری نہ کچھ بات ہے

سدا اشک سے چشم نمناک ہوں
میں غمگین نت غم سے غمناک ہوں

کوئی ہمراز میرا نہیں آہ ہیں
کوئی دمساز میرا نہیں آہ ہیں

ہوں بیتاب اک پل مجھے تاب نیں
ہوں بے خواب اک پل مجھے خواب نیں

مگر میرے پاس ایک دم سرد ہے
سراپا سے دل صورتِ درد ہے

مرے درد سے درد بھی گرد ہے
مری آہ سے آہ دم سرد ہے

مقابل مرے آج مجنوں جو ہوئے
دلِ زار کے حال پر بہت روئے

جو دیکھے مری جاں کنی کوہکن
بسر جا کے سب سر سے دیوانہ پن

زلیخا مرے درد کی بات کو
سنے قبر میں کاٹ کھا ہات کو

سنے شمع گر سوزِ دل اک گھڑی
تمامی رین تک وہ روتے کھڑی

مرے دل کا جلنا جو دیکھے پتنگ
وہ جلنے کے تئیں بھولجا ہوکے دنگ

سنے غنچہ نالہ مرا کان دھر
تبھی نکلے وہ جیب کو چاک کر

سنے گر فغاں ایک میری ہزار
نہ بھولے قیامت تک اس کا شمار

میں اب تک تو اے آہ بیہوش تھا
مرے مغز میں عشق کا جوش تھا

میں بیہوش آیا ہوں پھر ہوش میں
محبت نے لایا ہے پھر جوش میں

سندیسا مرا آہ سب بولیو | زباں شکایت کو مت کھولیو
کہ وہ غنچہ لب سنکے دل تنگ ہو | پھر اس سنگدل بت کا دل سنگ ہو
ادب سے کھڑے ہو کے ہاتھوں کو جوڑ | پھرے اس کا دل جیسی باتوں کو جوڑ
کہ وہ سنگدل موم ہو جائے سن | تو تب جانوں اے آہ تیرے میں گن
بناوٹی کس کس طرح کے سخن | سناویگی کس کس طرح کے بچن
ترے جور سے عشق ناشاد ہے | ترے ہجر کی اس پہ بیداد ہے
تری یاد نیں بھولتا ایک دم | ترے ہجر میں محو ہے اے صنم
نہ کچھ تیرے شاکی ہے وہ جور سے | وفا کے ہے ثابت قدم طور سے
کہا ہے کہ مت تجھ کو دل سے بسر | وگر نیں تو اس غم سے جاؤں گا مر
تو اے آہ یہ کہہ کے رو دیجیو | کئی اک التماس اور بھی کیجیو
بشرطیکہ میری زباں کا بیاں | اگرچہ وہ ہر چند ہے بدگماں
برا مانے یا وہ بھلا تو کہو | سنے نا سنے پر تو چپ مت رہو
اسی طرز سے کہیو اے جان تن | ہمارے ہیں تیرے سے دو دو بچن
یہ کہیو کہ اے بیوفا پُرجفا | یگانوں سے بیگانہ غیر آشنا
تری خیر خواہی میں مرتا ہوں میں | ترے ہجر میں نالہ کرتا ہوں میں
دو رنگی کے شیوہ کو تو بھول جا | جفا چھوڑ دے رحم کچھ دل میں لا
مرے اشک خونیں نے سکھلا دیا | سروکار مہندی سے تجھ کو نہ تھا
مرا رائگاں اشک خونیں نجائے | حنا رنگ تیرے کف پا سے پائے
یہ صد چاک دل میرا الجھا رہے | تری زلف سے شانہ اٹکا رہے
ہو برباد ہم تیرہ بختوں کی خاک | ملے سرمہ سے تیرے وہ چشم پاک

گلہ ہے یہ برگشتہ بخت سے
نہ تجھ سنگدل کے دل سخت سے

گئی اور بھی آہ مخفی پیام
تو کر گوش رس اس کے جا کر تمام

تو آنسو سے آنکھوں کو بھر بیجیو
خضوع اور خشوع بہت سا کیجیو

بجالا تمنا کی تنا کی ثنا
سراغے کا مطلب ہے وہ تو دمنا

ارے ساقی اے آبروبخش باغ
اے مینا کی جاں نور چشم ایاغ

تری ہر اداز رشک صد بوئے گل
ہزاروں کی مستی کو ہے جام مل

تجھے دیکھ بیخود ہے بلبل ادھر
گریباں کو گل پھاڑتا ہے ادھر

سراپا ہے خوش قد ترے دیکھ ناز
دکھی سرو سے دل کی قمری نے باز

ہوا ہے تجھے دیکھ کر باغ باغ
ترے ہجر سے دل ہے لالہ کا داغ

برہ کی اگن سے ہوا دل کباب
اے بدمست میری خبر لے شتاب

تجھے میری اس خاکساری کی سوں
مرے چشم کی اشکباری کی سوں

تجھے اپنی اس خود پرستی کی سوں
تجھے اپنی آنکھوں کی مستی کی سوں

تجھے گرم جوشی کے ملنے کی سوں
تجھے اپنی یالی کے ہلنے کی سوں

تجھے پی کے مے ہوش کھونے کی سوں
تجھے اپنے سرشار ہونے کی سوں

تجھے جام و مینا کی سنگت کی سوں
تجھے دختر رز کی صحبت کی سوں

تجھے اپنی وعدہ خلافی کی سوں
تجھے اپنی اس سینہ صافی کی سوں

تجھے اپنے ناز و نزاکت کی سوں
تجھے اپنے تن کی لطافت کی سوں

تجھے اپنے ان گل سے گالوں کی سوں
تجھے اپنے سنبل سے بالوں کی سوں

تجھے اپنی زلفوں کی بازی کی سوں
تجھے اپنی اس عشوہ سازی کی سوں

تجھے دلربائی کے گھاتوں کی سوں
تجھے اس بھری اپنی باتوں کی سوں

تجھے میرے لوہو کے پینے کی سوں — تجھے لعل اپنے پسینے کی سوں
تجھے مجھ پہ غصے میں آنے کی سوں — تجھے کھینچ دامن چھڑانے کی سوں
تنک میں تجھے روٹھ جانے کی سوں — مرے پاؤں پڑ کر منانے کی سوں
ادا کے تجھے زیب دینے کی سوں — تجھے ہنس کے منہ پھیر لینے کی سوں
تجھے گھنگرو کے بجانے کی سوں — وہ آواز مجھ کو سنانے کی سوں
تجھے عطر صندل لگانے کی سوں — مرا درد میر یاد لانے کی سوں
تجھے اپنے پھولوں کے کھلنے کی سوں — گلوں میں تجھے بس کے رہنے کی سوں
تجھے سیج پر گل کے سونے کی سوں — تجھے خس کے پنکھے کے ہونے کی سوں
تجھے ہات پر ہات دینے کی سوں — مرے دل کو برما کے لینے کی سوں
تجھے گل کے چاک گریباں کی سوں — تجھے اپنی زلف پریشاں کی سوں
مری نزع پر تجھ کو آنے کی سوں — تجھے مسکرا جی لجانے کی سوں
تجھے تیغ ابرو کی اپنی قسم — تجھے مصحف رو کی اپنی قسم
قسم جھوٹی کھانے کی تجھ کو قسم — بہانے بنانے کی تجھکو قسم
تجھے کم نگاہی کی اپنی قسم — تجھے خود نمائی کی اپنی قسم
تجھے بوسہ دینے کی تجھکو قسم — تجھے پھیر لینے کی تجھکو قسم
قسم ہے گلے کے تجھے ہار کی — تجھے لٹپٹی اپنی دستار کی
تجھے گال کے خال کی ہے قسم — اور اس امرسی شال کی ہے قسم
سراپا لٹکنے کی تجھکو قسم — ادا سے مٹکنے کی تجھکو قسم
زرافشاں لگانے کی تجھکو قسم — چمک کر دکھانے کی تجھکو قسم
تجھے اپنی اس ہو کمر کی قسم — تجھے اپنی پیاری نظر کی قسم

تجھے گلبدن اپنی بو کی قسم — تجھے اپنی خوش باس بو کی قسم
تجھے اپنے شیریں دہن کی قسم — تجھے اپنے چاہ ذقن کی قسم
تجھے اپنے ناز و ادا کی قسم — تجھے اپنے جور و جفا کی قسم
مری آہ و زاری کی تجھ کو قسم — مری بے قراری کی تجھ کو قسم
ارے اے جفا جو خدا سے تو ڈر — ستم سے تو اب در گذر رحم کر
مجھے اس قدر مت فراموش کر — مرے لب کو نالہ سے خاموش کر
اے نامہرباں آہ تیرا فراق — گزرتا ہے مجھ پر قیامت سے شاق
نہ کہنے میں آتا ہے اس کا بیاں — زباں میں مری تاب و طاقت کہاں
تھا اک قطرہ یہ درد کے بحر کا — سو وہ مار کر جوش باہر گرا
کروں گریۂ غم کا گر میں شمار — ہو طوفان نوح اس کا اک قطرہ وار
اگر درد دل سے بھروں ایک آہ — خدا کی سوں ہو جائے عالم تباہ
سن اے عشق تو سب سے بہتر ہے ضبط — خدا نے دیا صبر سے تجھ کو ربط
کیا عشق کی میں نے حجت تمام — وفا پر ہی سونپا ہوں سب انتظام
جفا تو جو ہر چند دکھلائے گا — یہ وہ دل نہیں ہے کہ بھر جائیگا
تھا اک رات مجلس کا یوں اتفاق — اکٹھے ہوئے تھے سب اہل وفاق
کہیں اس وقت میرا ہوا واں گذر — سب یکبارگی بہت اعزاز کر
کہ جیتے وہ محفل میں احباب تھے — اٹھے تھے تواضع کو سب عشق کے
وہ روشن دلاں بسکہ غمخوار تھے — مرے حال پر دل ستی زار تھے
وہ چاہے تھے سننے مری سرگذشت — یہ واقف نہ تھے عشق از سرگذشت
مناجات میں مانگتا تھا یہی — الٰہی مری آن پر دے آگہی

کہ بیچ عشق کا یارب افسانہ کر — کہ ہوں واقفِ حال دیوار و در
پتنگ ایک اتنے میں پیدا ہوا — وہ اک بار گی شمع پر جا گرا
سراپا او پر اُس کے جلنے لگا — جھکا آگ میں سر کو جلنے لگا
محبت کے تب بیچ سوزاں ہوا — وہ بیمار سب تن سے لرزاں ہوا
ہوا شمع کہتا تھا سکرات میں — صفت سے ملا عین تھے ذات میں
وہ دیتا تھا جی چشمِ معشوق سے — کہ تا عشق کا رتبہ روشن کرے
دیا جان دیکھو درِ عین وصال — ہے آخر کے تئیں عشق کا یہ کمال
تشہد پڑھی شمع نے نور سے — حنوط اُس کو کی اپنے کافور سے
ہوا شعلۂ شمع اُس کا کفن — وہ صحن لگن بیچ پایا دفن
گرے اشک تب شمع غمخوار کے — دُئے آگ رشتوں کو زنار کے
حقیقت کے کافر کو ایمان ہے — حقیقت کا منکر پشیمان ہے

ہو کفرِ عشق کا دونوں کو نصیب
رہیں اُس سے محروم یارب رقیب

مخمس تضمین ریختہ یقین

جمال آگے ترے خوردن کا جیوں مہتاب ہو جاتا
تری صورت سے آئینہ کا دل بیتاب ہو جاتا
ترے ہنسنے سے موتی رو کے اشک ناب ہو جاتا
طلا تجھ حسن کے شعلہ کے آگے آب ہو جاتا
تجھے گر دیکھتا رو یا پگھل سیماب ہو جاتا

نسیم عطر گریباں تیرے گل کی باس کے حق میں
تبسم آب حیواں ہے ترا الماس کے حق میں
نگہ ہم بسملوں کی مانع الخیر آس کے حق میں
کمی کی خنجر قاتل نے اس کی پیاس کے حق میں
کئی زخم اور گر لگتے تو دل سیراب ہو جاتا

ہے ان شیریں لبوں کی گالیوں کا ذائقہ میٹھا
انار ترش و شیریں ہے عتاب و لطف ہے ان کا
بیاں رنگیں عنادل کی ہے یہ ادنیٰ حلاوت کا
اثر خوبان فندق زیب کی انگلیوں میں یہ دیکھا
کہ جو گرتا تھا اشک خوں وہاں عناب ہو جاتا

تجھے اس عصر میں دھن مصر کے جانے کی گر آتی
زلیخا حضرت یوسف کا سودا کر کے پچھتاتی

ترنج و تیغ لیوے ہاتھ میں یوسف کو فرماتی
اگر تجھ کو زلیخا دیکھتی سب کو بسر جاتی
تماشا ماہ کنعانی کا اس کو خواب ہو جاتا

اگرچہ قصد درد عشق دکھلانے کا گر دھرتا
اک آہ شعلہ بار اپنے دلِ پرسوز سے بھرتا
سمندر آگ میں جیتا ہے لیکن اس سے جل مرتا
یقیں سوز و گداز اپنے کو گر اظہار میں کرتا
خدا شاہد کہ آتش کا بھی زہرا آب ہو جاتا

مخمس تضمین ریختہ درد

ہے عدم میں بھی تجھ الفت کا سروکار ہنوز
یاد آتا ہے تو اے قاتلِ خونخوار ہنوز
دل میں بستی ہے تری ابروئے خمدار ہنوز
کیا ہوا مر گئے آرام ہے دشوار ہنوز
جی میں بھرتی ہے تری حسرت دیدار ہنوز

مہر وش قاتلِ خونخوار مجھے گھایل کر
چھوڑتا نیں ہے ابھی ہات ستی تیغ و سپر

جھڑ پڑے میری زباں اس کی جو شاکی ہو اگر
ہر لبِ زخم نمک سود ہے گو مثلِ سحر
شکوہ آلود نہیں پر لبِ اظہار ہنوز

اس کے نظارہ سے یہ دل ہے فقط نہیں گھایل
دیکھ وہ چشم ہوئی باغ میں نرگس بسمل
عشق کے مرض سے جن کا نہیں ہوتا کوئی دل
گرچہ اپنے مسیحی عیسیٰ ہے ولے کیا حاصل
ہیں گے ویسے ہی تری چشم کے بیمار ہنوز

وہ جو مجروح ہوئے عشق کے تیرے غم سے
بہہ نہ ہو ان کا جراحت تو کسی مرہم سے
ہم کو ہر چند بھروسہ نہیں اپنے دم سے
موڑ یو منہ نہ ابھی سوزنِ مژگاں ہم سے
کانٹے زخموں میں تو ہیں کتنے ہی درکار ہنوز

دل ہوا آوارہ وہاں مجھ کو گیا تج کر بھی
یاد اس کی ہے پریشاں ہے مری خاطر بھی
چھوٹنے کا نہیں وہ مجھ سے جو جاؤں مر بھی
ہے خیال اس کے ہی زلفوں کا دم آخر بھی
بند رہا ہے مرے دل میں تو وہی تار ہنوز

شوق کے ذوق بہت ساتھ تھا سب کا لیکن
اس کے رہتا تھا بہت پاس ادب کا لیکن

عشق گستاخی کے باہر ہوا ڈھب کا لیکن
یار تو جاتا رہا نظروں سے کب کا لیکن
دل میں پھرتی ہے مرے درد وہ رفتار ہنوز

مخمس تضمین ریختہ سودا

بلبل تصویر ہیں خاموش و بے فریاد ہم
غنچہ و گل کی طرح دل تنگ اور ناشاد ہم
داد بھی کچھ چاہتے نہیں تجھ سے اے بیداد ہم
خانہ پرور دچمن تجھے آخر اے صیاد ہم
اتنی فرصت دے کہ ہولیں گل ستی آزاد ہم
یار کی مخصوص ہے اہل وفاؤں پر جفا
لیک ہیگا وہ تہہ دل سے انھوں سا نت آشنا
خاکساروں کا تو ہیگا خاک ہونا مدعا
خاکساروں سے موافق کب ہے دنیا کی ہوا
راہ میں تیرے گئے جیوں نقش پا برباد ہم
ہو کے چشم منتظر بے صبر و بے آرام تھے
تڑپڑائے نیم بسمل ہو اسی امید کے
اتنا ہم قربانیوں کا قاتل اب احسان لے

ذبح تو کرتا ہے ٹک فرصت گلے لگنے کی دے
عید قرباں ہے تجھے دے لیں مبارکباد ہم
ہر سحر جاتی ہے شبنم ہو یہاں سے چشم تر
خاک سر او پر اڑا کر جاتی ہے بادِ سحر
داغ سے پھیکا پڑا ہے آہ لالہ کا جگر
خندۂ گل بے نمک فریاد بلبل بے اثر
اس چمن سے آہ جا کر کیا کریں گے یاد ہم
لطف سے سودا کے اور زلف صنم کے فیض سے
کچھ تو ہستی کے کرم سے کچھ عدم کے فیض سے
ہے سبھی دیوانہ کے مخصوص غم کے فیض سے
جب ستی مجنوں گیا اپنے قدم کے فیض سے
خانۂ زنجیر رکھتے تھے سدا آباد ہم
پوچھ مت آشفتگی کی طرز ہو کر بے نجد
عشق میں ہم بلبل آزاد کو کر دیویں رد
گر نشاں آزادگی کا بر میں ہے خاک نمد
نیں نکل سکتے اسیری سے ترے اے سرو قد
طوق قمری کی طرح رکھتے ہیں مادر زاد ہم
عشق اک مدت ستی ہم بن رہے تھے بینوا
اب ہمیں شورش میں لائی فصل گل کی یہ ہوا
کیوں کہ دیوانہ نہ ہوں اب ہوش سر سے اڑ گیا

اے جنوں مصرع ترا سودا کے ہے زنجیر پا
قید سے تیرے نہیں ہونے کے اب آزاد ہم

مخمس تضمین ریختہ درد

خانہ خراب بہت ہیں پر اس قدر کہیں
گھر بنتہ چھوڑ مار پھریں در بدر کہیں
گم نام دل کا ہائے نہ لاگا اثر کہیں
ان نے کیا تھا یاد مجھے بھول کر کہیں
پاتا نہیں ہوں تب سے میں اپنی خبر کہیں

عاشق کے حال زار کی تم کو تو کیا خبر
معشوق ہیں، ہو ذرہ بھی انصاف کی نظر
بھولے کبھی نہ آئے سجن آہ تم ادھر
پھرتے تو ہو بنائے سج اپنی جدھر تدھر
لگ جائے دیکھیو نہ کسی کی نظر کہیں

نہ دل کو درد و غم ستی ہم آشنا کیے
نہ گوش دل سے کس کی نصیحت سنا کیے
نہ حالِ بیکسوں پہ کبھی ہم دوا کیے
مدت تلک جہان میں ہنستے پھرا کیے

جی میں ہے خوب روئیے اب بیٹھ کر کہیں
نہ درد کی خبر بھی کسو نے کبھی مجھے
دو دو بچپن کی درد سے حسرت رہی مجھے
اک روز آ کے درد نے دی آگہی مجھے
پوچھا میں درد کو کہ بتا تو سہی مجھے
اے خانماں خراب ترا بھی ہے گھر کہیں
بولا کہ پوچھ گھر کسی جا کر امیر کا
مت پوچھ مجھ سے گھر ہے کہاں اس حقیر کا
یہ عشق قول روز ہے اس بے نظیر کا
کہنے لگا مکان معین فقیر کا
لازم ہے کیا کہ ایک ہے جاگہ ہو ہر کہیں
فارغ ز ہر دو عالم و عالم برائے اوست
یعنی کہ تا بہ ملک دو جہاں مدعائے اوست
ہر سو نظر کہ می کند آنجا خدائے اوست
درویش ہر کجا کہ شب آمد سرائے اوست
تو نے نہیں سنا ہے یہ مصرع مگر کہیں

مخمس تضمین ریختۂ دردؔ

فلک سے جو طلب مستعار رکھتے ہیں — جہان دون وہی اعتبار رکھتے ہیں
ردائے شال سے ہم لوگ عار رکھتے ہیں — گلیم بخت سیہ سایہ دار رکھتے ہیں
یہی بساط میں ہم خاکسار رکھتے ہیں

خلیل وار تو اپنے ہی عشق بازوں کو — جھکائے آگ میں تا دم سے آتش خو
وہ لالہ زار کا پھر دیکھ لے تماشا تو — بسان کاغذ آتش زدہ ارے گلرو
ترے جلے بجھنے اور ہی بہار رکھتے ہیں

کدھر وہ ہائے گیا وعدۂ ہم آغوشی — کبھی کیا نہ وفا وعدۂ ہم آغوشی
سدا ہی ہم سے رہا وعدۂ ہم آغوشی — یہ کس نے ہم سے کیا وعدۂ ہم آغوشی
کہ مثل بحر سراسر کنار رکھتے ہیں

دئے نہ صحبت دنیا کی ہم کفارت آہ — یہ مئے کشی کی ہے فرد آملک ندامت آہ
سب اہل حشر میں ہو وینگی خجالت آہ — بلا ہے نشہ دنیا کی تا قیامت آہ
سب اہل قبر اسی کا خمار رکھتے ہیں

گلوں کو دیکھ کے ان بلبلوں نے جی پایا — ہے قمریوں کے تئیں راس سرو کا سایا
یہ قول درد کا کیا یاد بر محل آیا — جہاں کے باغ سے ہم دل سوا نہ پھل پایا
فقط یہی ثمر داغدار رکھتے ہیں

نہ جس کا ہو کوئی خواہاں ہے جگ میں کونسی شئے — ہے عشق نشۂ محبت ہے کس بلا کی مئے

غضب ہے ظلم ہے یہ جور ہے جفا ہے یہ ہے — اگرچہ دختِ رز کے ہے محتسب درپے
جو ہو سو ہو پہ اسے اب تو یار رکھتے ہیں

ان انکھڑیوں کی ہیں یاد نرگسی بن ہے — جگر بہار کے داغوں سے رشکِ گلشن ہے
یقیں ہے اس سے کہ سیماب پشت در تن ہے — بہ رنگِ شعلۂ غم ہم سے عیش روشن ہے
کہ بے قراری کو ہم برقرار رکھتے ہیں

نثارِ اشک کے تجھ پر کئے سبھی گوہر — دئے ہیں ہار ہی جیتا تھا رنگِ زرد کا زر
بندی ہے نرد وفا کھیلتی ہے اب جی پر — ہمارے پاس ہے کیا جو فدا کریں تجھ پر
مگر یہ زندگیِ مستعار رکھتے ہیں

یہ تنگ لائی ہے عشاق کو یہ دل گیری — بسر نہ آئی جوانی گذر گئی پیری
جو گز رہے اپنے گریباں سے انہیں ہے میری — فلک سمجھ تو سہی ہم سے اور گلوگیری
کہ ایک جیب ہے سو تار تار رکھتے ہیں

وہ روٹھے ان کو منائے ہیں بارہا ہم نے — سنا کے نالہ رجھائے ہیں بارہا ہم نے
بتوں کو بہت جتائے ہیں بارہا ہم نے — بتوں کے جبر اٹھائے ہیں بارہا ہم نے
جو اس پہ بھی نہ ملیں اختیار رکھتے ہیں

فروتنی جو لئے ہیں برائے آزادی — ہے راست قد پر انھوں کے قبیلِ آزادی
پھبے ہے دوش پر ان کے ردائے آزادی — جنھوں کے سر پہ پھرے ہے ہوائے آزادی
حباب وار کلہ بھی اتار رکھتے ہیں

بساط میں ہے ہمارے یہی دلِ بیتاب — ہمیں یہ خاک ہے گلخن کی بسترِ سنجاب
سرشک دیدۂ بیخواب کا ہے دشمنِ خواب — نہ برق ہیں نہ شرر ہیں نہ شعلہ نہ سیماب
وہ کچھ ہیں یہ کہ سدا اضطرار رکھتے ہیں

جگا دیا ہمیں اک رات خوابِ غفلت سے — تب آ کے ہم سے کہا آہ اپنی غربت نے
دھرے ہے سنگ کو چھاتی پہ اپنے فرصت نے — جنھوں کے دل میں جگہ کی ہے نقشِ عبرت نے
سدا نظر میں وہ لوحِ مزار رکھتے ہیں

ہنسی میں ہے یہ بتوں کے ہے برق کا ساماں — کیا ہے خرمنِ دلہائے عاشقاں سوزاں
تجھے سمجھ نہیں قدرت کے بھید کی ناداں — ہر ایک سنگ میں ہے شوخیٔ بتاں پنہاں
خنک سبھی ہیں یہ دل میں شرار رکھتے ہیں

ہمارے پاس گھڑی بھر صنم نہیں رہتا — گھروں میں اب کے رقیبوں کے کم نہیں رہتا
یہ کہنا عشق پہ ہے کیا ستم نہیں رہتا — وہ زندگی کی طرح ایک دم نہیں رہتا
اگرچہ درد ہم اس کو ہزار رکھتے ہیں

ختم

DIWAN-E-ISHQ

(Poetical Works of Mirza Jamalullah Ishq
of Aurangabad-Dn. (D. 1781)

Edited by

M. AKBARUDDIN SIDDIQI M. A.
Lecturer in Urdu, Osmania University,
Hon'y Secretary, The Library of the
IDARA-E-ADABIYAT-E-URDU

HYDERABAD-DN. (INDIA)
1960